مختصر سوانح حیات

فقیہ عالی قدر
آیت اللہ العظمیٰ المنتظری
دام ظلہ

حجۃ الاسلام

شیخ علی کورانی

مرکز علوم اسلامی۔ پاکستان

1662

فقیہ عالیقدر

حضرت آیت اللہ العظمیٰ منتظری

کی

مختصر سوانح حیات

حجۃ الاسلام شیخ علی کورانی مدظلہ

35/...
1
علما و دیگر
ACC No. 1662 Date
Section D/50 Status
D.D. Class
NAJAFI BOOK LIBRARY

۱۵۶۲

نام : فقیہ عالی قدر حضرت آیت اللہ العظمیٰ منتظری کی مختصر سوانح حیات

مؤلف : شیخ علی کورانی

مترجم : سیّد جواد نقوی

کتابت : سیّد رفیع الحسن نقوی امروہوی

مطبع : حیدری پرنٹرز کراچی، فون ۲۲۵۴۵۴ : ۶۱۷-۲۳

طبع اوّل : جمادی الاوّل ۱۴۰۸ھ

تعداد : تین ہزار

ہدیہ : 35

ناشر

مرکز علوم اسلامی۔ پاکستان

۲۳۶ - دی ابریو روڈ - گارڈن ایسٹ ۔ کراچی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

1662

NAJAFI BOOK LIBRARY
Managed by Masoomeen Welfare Trust (R)
Shop No. 11, M.L. Heights,
Mirza Kaleej Baig Road,
Soldier Bazar, Karachi-74400, Pakistan.

انتساب

وارثِ انبیاء علماء کے نام!
جو دین کی حفاظت فرما رہے ہیں اور راہِ صداقت دکھا رہے ہیں۔

ان جوانوں کے نام!!
جو علماء کی پیروی اور دین کے قیام میں دار و رسن کی آزمائش سے گذر کر تاریخ کی ایک زندۂ جاوید حقیقت بن گئے ہیں۔

1992

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No 11,
M.I. Heights
Mirza Kaleej
Baig Road,
Soldier Bazar
Karachi.
MASOOMEEN WELFARE TRUST (R)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہدیہ

آیت اللہ العظمیٰ آقائے منتظری

کی یہ مختصر سوانح حیات ان علماء کے لئے ہدیہ ہے، جو بالکل ساکت و خاموش سیاسی سرگرمیوں و سعی پیہم سے الگ تھلگ تربیت اولاد میں مصروف و مشغول ہیں۔

ایسے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اس سیرت عظمیٰ میں موجود تفقہ و تفکر، معرفت و روحانیت، جذبۂ قربانی و اخلاص، محبّتِ اہلِ بیتؑ اور عشقِ خدا کا اپنے ساتھ تقابل کریں۔

کیوں کہ کچھ لوگ ظاہر ہونے کے باوجود پوشیدہ ہوتے ہیں اور کچھ متعارف و موجود ہونے کے باوجود بھی نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں۔

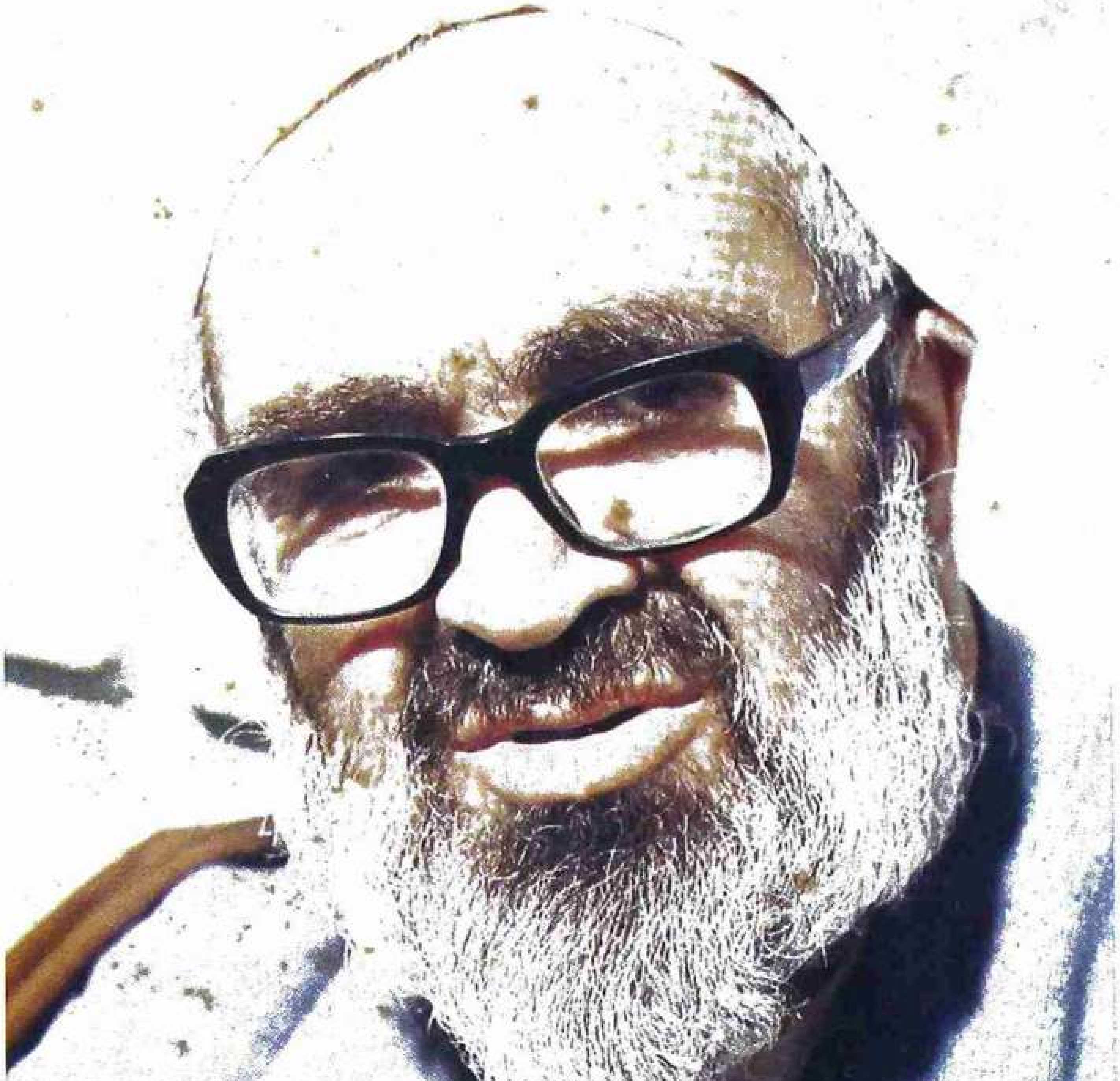

میں آپ (حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ منتظری) کو ایک
عظیم مجاہد اور عالی قدر فقیہ سمجھتا ہوں ——
(امام خمینی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ اوّل

مرکزِ علومِ اسلامی ایک ثقافتی، تعلیمی اور تربیتی ادارہ ہے، جس کا مقصد حقیقی اسلامی تعلیمات کو اپنے اصلی روپ میں نشر کرنا اور ملّتِ اسلامیہ کو اسلام کے حیات بخش اصولوں سے آگاہ کرنا ہے۔ اِس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ادارے کے شعبۂ نشر و اشاعت نے کتب و رسائل کی تالیف، ترجمہ و طباعت کے کام کو بے شمار مشکلات کے باوجود جاری کیا۔

زیرِ نظر کتاب اِس ادارے کی کاوشوں کا ادنیٰ تحفہ ہے۔

ہمیں اُمید ہے کہ ملّتِ اسلامیہ اپنے مذہبی، ملّی اور سیاسی اثاثے کی حفاظت اور اپنے مکتب اور نظریہ کی ترویج و اشاعت کی اہمیت کو پوری طرح درک کرتے ہوئے دورِ جدید میں مادّیات کے سیلاب کی زد

میں آنے والی نسل کی نجات اور سعادت کے لئے اپنا اوّلین فرض سمجھتے ہوئے ادارے کے ساتھ تعاون کرتی رہے گی۔

اِس عظیم مقصد میں کامیابی تب ہی میسّر ہو گی جب ہم مل کر،

"تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى"

(القرآن)

کے تحت نیک ارادوں کی تکمیل میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں اور یہی ہماری توقعات ہیں۔

خداوندِ متعال ہم سب کو مذہب و ملّت کی خدمت کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

آمین

والسّلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

شعبہ نشر واشاعت

مرکزِ علومِ اسلامی

پاکستان

گفتارِ مقدم

زیر نظر کتاب "قدوۃ الفقہا خلاصہ سیر آیت اللہ العظمیٰ منتظری دام ظلہ" جناب شیخ علی کورانی کا علمی و ادبی شہ پارہ ہے جسے حوزہ علمیہ قم مقدس کے ایک ذی فہم طالب علم سیّد جواد نقوی نے ترجمہ کیا ہے۔ لہٰذا اگر ترجمہ میں کوئی لغزش یا فروگذاشت پائی جائے تو اِسے ایک طالبِ علم کی مخلصانہ کوشش سمجھ کر درگذر کر دیا جائے۔
یہ کتاب اپنے موضوع اور اسلوب کے اعتبار سے دوسری کتابوں سے خاصی مختلف ہے۔ فاضل مولّف شیخ علی کورانی کی کتابوں میں ہمیشہ سچائی، ندرت اور تنوّع پایا جاتا

ہے۔ یہی حقیقت پسندی اور جدت طرازی اس کتاب کی محرک ہے۔ مردہ پرستی کی روایت سے انحراف اور اپنے اسلاف کے کارناموں کو سراہنے اور بیان کرنے کی رسم ایک اچھی روایت اور جرائتمندانہ اقدام ہے۔ مرنے کے بعد کسی کے کارنامے بیان کرنے سے اس وقت کی نسل کو زیادہ فائدہ نہیں پہونچے گا۔ صرف اس کے کردار و کارنامے بیان کر کے فخر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ لیکن زندگی میں اس کے افکار و نظریات اس کی تعلیمات و تبحر اور اس کے کردار و عمل سے خوب خوب استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ جو لوگ اسے خوشنودی پر محمول کرتے ہیں یہ جان لیں کہ اپنے اکابرین کے کارناموں کو چھپانا بدترین جرم ہے اور استعماری و استکباری طاقتوں کی سازش بھی یہی ہے۔ اسلام دشمن طاقتیں اپنے بھرپور وسائل کے ساتھ ہمارے ان اکابرین و رہنماؤں کے اوصاف و کارناموں کو چھپانے بلکہ قتل سیرت کے التزام میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ ایسے حالات میں تاریخ کی مبارزت طلبی کا جواب دینا اور تاریخ کے غلط لہجے کی نشاندہی کرنا بڑی ذمہ داری، دینداری، دیانتداری، محنت اور جگر کاری کا کام ہے۔

یہ امر قابلِ ستائش و لائقِ مبارک باد ہے کہ **شیخ علی کورانی** نے اس ذمہ داری کو بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی سے پورا کیا ہے اور اس کے عنوانات کی تدوین میں بھی نہایت ژرف بینی سے کام لیا ہے اور نہایت عمیق نگاہوں سے انقلاب اسلامی ایران اور فقیہ عالیقدر حضرت آیت اللہ العظمیٰ آقائے **حسین علی منتظری** ادام اللہ فیوضہم کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا مختصر جائزہ لیا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت کا مقصد اسلامی انقلاب کے قیام میں آیت اللہ **منتظری** کے کردار اُن کی عظیم المرتبت شخصیت کا تعارف اور اُن کے علمی و فقہی مقام کا جائزہ لینا ہے، اور اپنے موضوع کے لئے مستند سیر و کتب کے علاوہ بیسیوں اہم مصادر و مآخذ سے استفادہ

کر کے تحقیق کا پوری طرح حق ادا کیا ہے، مولانا آقائے شیخ علی حسن شریفی مدظلہ نے مجھے حکم دیا کہ میں ترجمہ پر ایک نظر ڈال کر کتاب کی تدوین کے سلسلے میں اُنکی معاونت کروں۔ اُن کا حکم میرے لئے شرف و ثواب ہے۔

آج انقلابِ اسلامی کی بازگشت ایران کے اطراف واکناف ارضی میں سُنائی دے رہی ہے۔ مٹھی بھر ایرانی مسلمان پوری دنیا کے حواس پر چھائے ہوئے ہیں۔ خردِ افروزِ شہر قم سے موجِ ایماں نے اُٹھ کر شہنشاہیت کے تکبر و غرور کو خاک میں ملا دیا اور لادینیت و سامراجیت، مغربیت و فحاشی کو ایران سے مٹا دیا۔ دُنیا کے اہلِ نظر اِس انقلاب کو محسوس کر رہے ہیں لیکن خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ نوعِ انسانی اِس اسلامی انقلاب کو کبھی فراموش نہ کر سکے گی۔ کل اسلامی انقلاب کے لئے جو خواب دیکھا تھا وہ آج تعبیر کے قالب میں ڈھل چکا ہے۔ استعماری واستکباری طاقتوں کی سازش ناکام ہو چکی ہے۔ پائے وقت میں دورِ کہن کی ڈالی ہوئی سامراجی زنجیریں پگھل چکی ہیں، کاروانِ لیل ونہار اب صحیح سمت چل پڑا ہے۔ فتح وظفر اسلامی انقلاب کی رکاب چوم رہی ہے زندگی کے تیخ کدہ میں اسلامی انقلاب کی بھڑکتی ہوئی آگ نے انسانی ضمیر کی پرتیں کھول دی ہیں۔ لیلئ احساس نے فکر کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ بتدریج سامراجیت کا عقدۂ اسرار کھل رہا ہے۔

اسلامی انقلاب سے قبل ایران کے رامش و رنگ کے ایوان میں دین تماشہ اور جمہوریت دعصہ آزادی قفس شاخِ گلستان بنی ہوئی تھی، ہر دِل شکستہ تھا، ہر دیندار و ہر صاحبِ نظر کی آنکھ سے دجلۂ خوں رواں تھا۔ اُداسی، خاموشی، لامذہبی، فحاشی، بے نوائی، بدکرداری، بے حسی اور تیرگی کا دُور دورہ تھا۔ انسان جادہ عرفان سے ہٹ چکا تھا لیکن! دُنیا نے دیکھا رسوالیوں کی تیرہ و تار فضا میں کرب و محن کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ایک مردِ قلندر کے آہنی عزم سے ٹکرا کر چکنا

چور ہوگیا اور اسلام کے جیالے رہبر عالیقدر امامِ اُمت آقائے **خمینی مدظلہ** اور اُن کے جانشین حضرت آیت اللہ **منتظری** کی قیادت میں موت سے دست و گریباں ہو گئے۔

ایسے ہی موقع کے لئے حضرت جوش ملیح آبادی نے فرمایا :

اور بالخصوص جب ہو حکومت کا سامنا　　رعب و شکوہ و جاہ و جلالت کا سامنا
شاہانِ کج کلاہ کی ہیبت کا سامنا　　قرنا و طبل و ناوک و رایت کا سامنا
لاکھوں میں ہے وہ ایک کروڑوں میں فرد ہے
اس وقت جو ثبات دکھائے وہ مرد ہے

شاہانِ کج کلاہ کی ہیبت کا سامنا کرنے والے یہ علماء و فقہا کروڑوں میں فرد ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں جناب **شیخ علی کورانی** نے ایک ایسی ہی تاریخ ساز شخصیت کا ذکر کیا ہے اور اس تاریخ ساز شخصیت کا اسمِ گرامی آیت اللہ **منتظری** ہے جو عزم کا کوہ گراں اور تاریخ کا آہنی کردار ہیں جس نے راہِ حق میں طرح طرح کے مظالم برداشت کئے مگر پائے صداقت و استقلال میں لغزش نہ آئی سامراجی طاقتوں کے غلام خائن شاہ کی ظالم حکومت کے مفلوج حکمرانوں نے آپ کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ ظلم کی تلوار اور استبداد کے خنجر سے آپ کو جادہ صداقت سے ہٹانا چاہا مگر آپ نے انتہائی صبر و کمالِ ضبط سے اپنے گلے سے تلوار کو شکست دے کر اور راہِ خدا میں اپنے جوان بیٹے کا نذرانہ دے کر یہ ثابت کر دیا کہ راہ حق میں ظلم سہنا یا جان دینا شکست نہیں بلکہ عظیم فتح ہے۔

میرا اسلام ہو اس فقیہ عالی قدر پہ جس نے اسلام کو منزل مقصود قرار دیا، دنیا کو جرأت کی ضیاء بخشی، عصمت کو فکر و عظمت کو نظر عطاء کی اور اپنے موقف کی صداقت پر استقامت کے ساتھ ڈٹے رہنے کی تلقین کی اور سامراجی و استعماری نکبتوں کے خاتمے کے لئے زرین اصول عطاء کئے۔

موت کو دے جو شکست اسکو جری کہتے ہیں
ایسے ہی سورما کو منتظری کہتے ہیں

پروردگار عالم مرکزِ علوم اسلامی کے اراکین کو اجرِ جمیل عطا فرمائے جن کی مساعی جمیلہ سے یہ کتاب زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی۔ فقیہ عالیقدر حضرت آیت اللہ العظمیٰ آقائے منتظری کی دعاؤں کا طالب بندہ ابوطالب۔

آلِ محمد رزمیؔ
کراچی، پاکستان

عرضِ مترجم

ہماری قوم کو اپنے مذہبی پیشواؤں سے جو والہانہ عقیدت ہے وہ قابلِ ستائش ہے یہی روحانی لگاؤ ہے جس نے اِس پُرآشوب دور میں بھی اِس خطۂ ارضی پر اسلام کو باقی رکھا ہے۔ خاص طور پر ملّتِ جعفریہ جو علماء کو اپنے بارھویں امام صاحب العصر والزمانؑ کا نائب سمجھتی ہے، اور تمام مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ منجی بشریت قطب عالم امکان جب ظہور فرمائیں گے تو دنیا کو ظلم و جُور کے بدلے عدل وانصاف سے پُر کر دیں گے۔

اِس عقیدت کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اپنے وظائف شرعیہ سے غافل ہوجائیں۔ یہ وظائف اسلام کے فرعی احکام ہوں یا اخلاقی ضوابط، معاشرے کی ذمہ داریاں ہوں یا قومی واجبات ان کے لئے دِن رات کوشاں رہنا ہی مسلمان ہونے کی دلیل ہے۔ جیسا کہ معصوم علیہ السّلام نے فرمایا:

من اصبح ولم یهتم بامور المسلمین فلیس بمسلم

ائمہ معصومینؑ کے بعد نص کے مطابق "العلماء ورثۃ الانبیاء" اسلامی معاشرے کی زمام علماء ہی کے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا اُن کے نقشِ قدم پر چلنا کامیابی کی ضمانت ہے۔ بالخصوص وہ علماء جنھوں نے اسلام کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا، اور تا حال اُس امانتِ الٰہیہ کی حفاظت میں عالمی کفر سے برسرِ پیکار ہیں۔

لہٰذا کسی بھی اسلامی ملک میں چلنے والی اسلامی تحریک کے لئے یہ بزرگان نمونۂ عمل ہیں بلکہ اِن کے تجربات کی روشنی میں خداوندِ منّان پر بھروسہ کرتے ہوئے اقوام کی خداداد صلاحیتوں سے بھی بھرپور استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

انہی علماء میں سے ایک شخصیت "آیت اللہ منتظری" بھی ہیں۔ آپ امام خمینی کے بعد اِس دور کی بے نظیر شخصیت ہیں۔ آج جن علماء کے دِل میں اسلام کے لئے کام کرنے کی تڑپ ہے وہ آپ جیسے بزرگان کو اپنے لئے نمونۂ عمل قرار دیں۔ اور جن جوانوں کے سینوں میں اسلام کے لئے جذبۂ ایثار و جہاد ہے انھیں ایسے علماء کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیئے۔ اسلامی انقلاب تمام دنیا کے جوانوں کو یہی پیغام دیتا ہے کہ اسلامی نہضت کے قائدین کو اپنے لئے نمونہ قرار دیکر اپنے ملک کے علماء کے افکار کی پیروی کریں، تاکہ عنقریب ایک ہی صدی کے اندر دوسری مرتبہ دنیا قدرتِ اسلام کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوجائے۔

یہ کتاب فقیہ جلیل القدر حضرت آیت اللہ العظمیٰ **منتظری** دام ظلہ العالی کی زندگی کا ایک مختصر جائزہ ہے۔ ضخامت میں کم لیکن گرانبہا خزینوں پر مشتمل ہے۔ اِن بزرگانِ دین کا اجر تو خدا و معصومین ائمہ ہدیٰ علیہم السلام ہی دے سکتے ہیں لیکن شکرانۂ نعمت تو ہمارا بھی وظیفہ ہے۔ اُمید ہے کہ ہمارے علماء کرام ان اکابرین عظام کے تجربات سے استفادہ کرتے ہوئے جلد ہی اپنے اہدافِ عالیہ حاصل کرلیں گے۔

اصل کتاب چونکہ عربی زبان میں تھی اور ایک انتہائی قلیل مدت میں اس کا ترجمہ عمل میں آیا۔ لہٰذا عیوب و نواقص کی نفی کا دعویٰ کاملاً بیجا ہوگا۔ بہرحال اضافی یا مکرّر عبارات حذف کردی گئی ہیں اور ان کے بدلے حساس نقاط کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ شاید اس کمی و کاستی میں بھی نقص ہو البتہ ایک بات یاد رہے کہ ان تمام جہات کے باوجود اسلوب کی روانی اور بیان کی سلاست قائم رکھنے کی کوشش ضرور کی ہے۔ لیکن بندہ پھر بھی سراپا خطا ہے لہٰذا قارئین محترم سے گذارش ہے کہ اگر یہ جواہر گرانبہا الفاظ کی نارسائیوں کی بناء پر ہاتھ نہ آئیں تو خداوندِ کریم سے اِس حقیر کی توفیقات میں اضافہ کی دُعا فرمائیں۔

والسّلام

سیّد جواد نقوی : ۱۹۸۷-۴-۲۷

حوزہ علمیہ قم مقدسہ

اسلامی جمہوریہ ایران

مقدمہ مؤلف

میرے گمان میں بھی نہ تھا کہ ایک دِن مجھے آیت اللہ العظمیٰ منتظری کے بارے میں خامہ فرسائی کی سعادت و توفیق حاصل ہوگی اور ماہِ رمضان المبارک کی اکثر ساعتیں و بیشتر راتیں اُن کی فقہ و جہاد کے ساتھ بسر ہوں گی۔

میں اکثر اوقات خداوندِ کریم کا یہ قول بطور مثال پیش کرتا ہوں کہ:

"لقد کان فی قصصهم عبرة لاولی الالباب" (سورۂ یوسف آیت ۱۱۱)

جو انبیاء کرام کے قصوں کے علاوہ ائمہ و فقہاء کے نمونہ ہدایت کی

داستان بھی ہے۔

دراصل اس کتاب کو تحریر کرنے کی طرف مائل کرنے والے میرے احباب ہیں جن کی خواہش پر میں نے یہ کتاب اس لئے تحریر کی کہ اہلِ نظر و اُمّتِ مسلمہ کو آیت اللہ منتظری کا ادراک ہو سکے اور وہ اس سرچشمۂ علم و ہدایت سے اپنی پیاس بجھا سکیں۔ میں نے آپ کی علمی و دینی خدمات اور جذبۂ جہاد کو ضابطۂ تحریر میں لانے کی کوشش کی لیکن کماحقہ حق ادا نہ ہو سکا کیوں کہ میرے سامنے بیکراں سمندر تھا جسے کوزے میں سمونا میرے بس میں نہ تھا۔

میرا یہ عقیدہ ہے کہ انقلابِ اسلامیٔ ایران کے بہت سے پہلو ابھی تک علماء عوام اور عالمی اسلامی تحریکوں پر مخفی ہیں۔ رہبرِ انقلاب اور اکابرینِ انقلاب کا وجود ذیجود ایک ایسا بیش قیمت سرمایہ ہے جن کے افکار و نظریات سے آگاہی اور اُن کے کردار و عمل سے واقفیت ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔ اسی احساس کے پیشِ نظر میں نے ان کے متعلق معلومات حاصل کیں تاکہ آیت اللہ العظمیٰ منتظری کے بارے میں کچھ لکھنے پر قادر ہو جاؤں اگر ہم اپنی عالمی اسلامی تحریک میں ان علماء کے حالات پڑھتے اور ان کے تجربات کو اپنے لئے مشعلِ راہ قرار دیتے تو آج اسلامی تحریک کامیابی سے ہمکنار ہو چکی ہوتی۔ جو طریقے ہم اپنا چکے ہیں یا ہمارے علماء قوم کی بیداری اور دشمن کے مقابلے کے لئے ابھی اپنانا چاہتے ہیں۔ وہ ایک قوم کے پاس بیس یا تیس سال پہلے عملاً موجود تھے۔ اور کئی ایسے فکری، سیاسی اور اجتماعی حقائق ہیں کہ جن کا ادراک ہمیں بہت دیر بعد ہوا یا پھر ابھی تک ان کے متعلق بحث و تمحیص جاری ہے۔ یہ تمام حقائق اس قوم کے پاس واضح اور روشن ہیں۔ غیر ضروری بحث و اکتشاف سے قطع نظر یہ قوم اس بات کی مستحق ہے کہ ہم اس کے افکار و تجربات کا مطالعہ کریں۔

گذشتہ سال میں ۔ نے استاد محمد قطب کی ہوشمندی، بیداری اور ان کی شجاعت و بہادری کو بہت سراہا کہ جب انھوں نے فرمایا کہ :

"اب مجھے ایرانی اسلامی انقلاب کے بارے میں کوئی فکر نہیں ہے چونکہ ایرانی قوم نے ان مشکلات پر قابو پالیا ہے جو اُن کے اسلامی نہضت کے سامنے رکاوٹ تھیں۔ وہ اسلام کو مضبوط سطح پر استوار کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اگر کوئی خوف ہے تو اس بات کا کہ کہیں ہم اس تجربے سے صحیح استفادہ کرتے میں ناکام نہ ہو جائیں کہ جسے خداوندِ عالم نے ہمیں عطا کیا ہے اور اس تجربے کے باوصف ہم اپنی مشکلات پر قابو نہ پاسکیں"۔

کیا یہ کہنا کافی ہے کہ شیعہ اپنے علماء کی جیسی اطاعت کرتے ہیں اس کی کیفیت دوسرے مسلمانوں کی اطاعت سے مختلف ہے، یا یہ کہ شیعوں کے مراجع عظام و علماء کا نظام و طریقہ کار دیگر فرقوں کے علماء سے مختلف ہے یا بعض معاملات میں ایرانی مسلمان دیگر اقوام سے ممتاز ہیں ۔ یا ایران کے سیاسی حالات دوسرے اسلامی ممالک کے حالات سے زیادہ سازگار ہیں، اور کیا یہ ذاتی اقتضا ہے کہ جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی یا یہ صرف درجات و مراتب کے امتیازات ہیں اور یہ عین ممکن ہے کہ ہم کسی بھی اسلامی ملک سے چند سالوں میں خدا کے فضل سے بلند مقام حاصل کرلیں گے۔ کیا ایرانی عوام کو یہ حکومت سونے کی تھالی میں سجا کر ملی ہے یا اس نے اِس راہ میں جہاد کیا ہے اور اس راہِ جہاد میں دو چیزیں حاصل کی ہیں ۔

"وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین آمنوا معہ،

متی نصراللہ۔ الا ان نصراللہ قریب۔ (۱)

اور کیا ایرانی قوم آسمان سے نازل ہوئی ہے اور اس کے ایمان واطاعت علماء اور شوقِ شہادت بھی آسمان سے نازل ہوا ہے، اور کیا مصر، ترکی، مراکش، نائیجریا اور انڈونیشیا کے رہنے والے زمین سے پیدا ہوئے ہیں اور اس کے ساتھ اسلام سے دوری، علماء کی مخالفت اور راہِ خدا میں جان دینے سے نفرت بھی زمین سے پیدا ہوئی ہے۔

علمائے ایران بھی آسمان سے نازل نہیں ہوئے لیکن انھوں نے آسمان سے نازل ہونے والی اس چیز کو صحابۂ صدرِ اسلام کی طرح یقین کے ساتھ قبول کیا۔ وہ آج کے متذبذب و متشکک لوگوں کی طرح نہیں ہیں اور یہی یقین اِن کی شخصیت کا اصل جوہر ہے۔ یہی وہ راز ہے جسے پالینے سے ان پر علم و عمل کے دروازے کھُل گئے۔ انھوں نے یہ راز علماء سے پائے اور جب یہ راز پالیا تو دُنیا ان کی مطیع ہوگئی۔ انھوں نے قربانیاں دیں تو کامیابی نے ان کے قدم چومے اور چومتی رہے گی۔

علمائے ایران کی سیرت کے مطالعہ کے بعد ہمیں چاہیئے کہ ہم ایرانی مسلمانوں کی سیرت کا مطالعہ کریں تاکہ ہمیں اُن عوامل کا پتہ چل سکے جس نے ایرانی قوم کے ہر فرد کو چاہے وہ غریب ہو متموّل، خواندہ ہو یا ناخواندہ اِسلام اور خدا کی راہ میں قربانی دینے کا جذبہ پیدا کیا تاکہ اِن عوامل پر چل کر مسلم امّہ میں بھی اس جذبہ کو فروغ دیا جاسکے۔

اس کے بعد انقلابِ اسلامیٔ ایران کو عالمی کفر امریکا، اسرائیل اور فرانس، برطانیہ اور روس وغیرہ کے حالات کی روشنی میں مطالعہ کرنا چاہیئے، انقلابِ

اسلامی ایران کے بارے میں ان کا غیر منصفانہ رویہ اور انقلاب کی کامیابی کے بعد اِن کا طرزِ عمل اور ابتدا سے آج تک اُن کے طریقہ عداوت کو دیکھنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ اسلامی تحریک سے متعلق افراد کو اپنے دشمنوں کے نظریات، اندازِ فکر اور طریقۂ کار کا پتہ چلے گا اور وہ آئندہ اِن سے محتاط رہیں گے۔ اس کے بعد انہیں انقلاب اسلامی ایران کی موجودہ صورتِ حال اس کی قیادت اور اس کے عوام کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اس کی بین الاقوامی سیاسی حالت اس کے اسلامی منصوبے اور اس کی اسلامی موج کا جس نے اسلامی تحریک میں نئی روح پھونک دی ہے، کا مطالعہ لازمی ہے۔

ایک مسلمان سے جب پوچھا گیا کہ ایران کے اسلامی انقلاب کے بارے میں اس کی شخصیات کے متعلق آپ عالمی کفر اور ان کے ذرائع ابلاغ پر اپنے نظریات کی بنیاد کیوں قائم کرتے ہیں اور یہ کس طرح جائز ہے جب کہ آپ کا عقیدہ یہ ہے کہ ایسے لوگ فاسق ہیں اور فاسق کے بارے میں خداوندِ عالم فرماتا ہے۔

" یاایھا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق
بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوماً بجھالۃ
فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین"(۱)

تو اس نے جواب دیا کہ:

صورتِ حال یہ ہے کہ نہ میں نے ایران دیکھا ہے نہ خود اِن حالات کا مشاہدہ کیا ہے اور نہ ہی فارسی زبان سے کماحقہ آشنا ہوں کہ انقلاب کو اس کے صحیح ذرائع سے پڑھ اور سمجھ سکوں۔

لیکن صحیح معارف کے حصول میں ناکامیابی یا دشواری کا مطلب یہ نہیں

---

(۱): الحجرات: آیت ۶:

کہ ہم جھوٹے اور گمراہ کن ذرائع پر اعتماد کرلیں۔ مجھے امید ہے علمائے کرام اور اسلامی تحریکیں اس بات کی کوشش کریں گی کہ اسلامی انقلاب کے مدعا و مفہوم کو پورے شعور و فہم کے ساتھ صحیح ذرائع سے سمجھنے کی کوشش کریں گی اور فرزندانِ انقلاب سے یہ امید ہے کہ وہ اپنی بصیرت و تمام مسائل کے مطابق مختلف ممالک میں مروجہ زبانوں میں انقلابِ اسلامی کو روشناس کرائیں اور مسلمانوں تک پہونچائیں۔

والسّلام

علی کورانی (قم شریف)

۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ

آپ امام کی خدمت میں علماء کے ہمراہ

۱

فصلِ اوّل

آیت اللہ منتظری اور علمائے عظام کی آراء

۱: حضرت آیت اللہ العظمیٰ آقائے بروجردی اعلیٰ اللہ مقامہ کے نزدیک آیت اللہ العظمیٰ منتظری کا مقام

مرحوم آیت اللہ بروجردی کے شاگرد بیان کرتے ہیں کہ ان کے یہاں آیت اللہ العظمیٰ منتظری کو ایک خاص مقام حاصل تھا جب کہ اس وقت ان کی عمر تیس ۳۰ سال تھی۔ آپ نے آیت اللہ بروجردی کے اصولِ وفقہ کے دروس کو تحریری شکل بھی دی جس میں "نہایتہ الاصول" ۱۳۷۵ھ، البدر الزاھر فی صلاۃ الجمعۃ ۱۳۸۷ھ میں چھپ چکی ہیں۔ آپ آیت اللہ بروجردی کی طرف سے اعلیٰ کلاسوں کے طلاب کے امتحان لینے والی ٹیم میں شامل تھے، جو درس خارج کے لئے طلاب کی صلاحیتوں کا

امتحان لے کر انھیں درجۂ اجتہاد میں شامل کرنے کے لئے منتخب کرتے اور سفارش کرتے تھے۔

آیت اللہ بروجردی مرحوم سے نقل کیا جاتا ہے کہ آپ نے علماء اور طلباء کو جوان فقہاء کے متعلق وصیت فرمائی۔

"۔۔۔ اپنے جوان فقہاء کو نظر انداز نہ کرو ۔۔۔"

آپ سے پوچھا گیا وہ کون ہیں ؟

آپ نے فرمایا۔

منتظری جیسے سوال کرنے والے نے سوچا ابھی دوسروں کا نام بھی لیں گے، لیکن آپ نے کچھ دیر تأمّل کے بعد فرمایا، شیخ حسین علی منتظری جیسے [۱]

۲ : حضرت آیت اللہ العظمیٰ امام خمینی مدظلہ

آیت اللہ منتظری ایک قیمتی شخصیت اور ایک ذمہ دار عالم ہیں وہ متعدد بار جیلوں میں گئے ہیں اور مصیبتیں برداشت کی ہیں جس کے نتیجے میں ان میں پختگی پیدا ہوگئی ہے[۲]۔ ایک اور مقام پر امام خمینی نے فرمایا وہ (آیت اللہ منتظری) میری زندگی کا حاصل ہیں[۳]۔ اور جس خط میں امام خمینی نے آپ کو تہران میں نمازِ جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا، فرمایا!

" میں آپ کو ایک عظیم مجاہد اور جلیل القدر فقیہ

---

۱ : کتاب الفقیہ الجلیل ص ۳۵   ۲ : روزنامہ جمہوری اسلامی مورخہ ۲۷/۶/۱۳۵۸ شمسی

۳ : مجلہ سروش شمارہ ۵ صفحہ نمبر ۵ (۳) ۲۱/۶/۱۳۵۸ شمسی

سمجھتا ہوں ـــــ"

آیت اللہ منتظری کی اعلمیت کے بارے میں اِس بات سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے احتیاطی مسائل میں قاعدہ "الا علم فالا علم" کی بناء پر آیت اللہ منتظری کی طرف رجوع کرنے کو کہا ہے۔ جیسا کہ آیت اللہ آذری قمی اور آیت اللہ صانعی کے بیانات سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امام خمینی آپ کو (منتظری) اعلم سمجھتے ہیں اور منصفین کی مجلس شوریٰ کے اراکین کی صلاحیت تشخیص و تائید کرنے کی ذمہ داری بھی آپ کو سونپی گئی ہے اِس مرتبے کے انتخاب کے لئے دیگر عمومی شرائط کے علاوہ درجہ اجتہاد پر فائز ہونا بھی لازمی ہے جب کہ یہ ذمہ داری قانون کی رو سے ولی امر اور فقیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اِس کے علاوہ جنگ سے متعلق فقہی مسائل میں آپ کا حوالہ دیا اور اپنی آخری ملاقات میں امام خمینی نے آپ سے فرمایا۔

"ـــــ ولایت فقیہہ سے متعلق تمام امور میں اپنی رائے دیں اور سرپرستی فرمائیں۔ سوائے ان اُمور پر جن پر آئین نے نص قائم کر دی ہے کہ یہ ولی فقیہہ کے فرائض میں سے ہے ـــــ"

امام کے اِس فرمان کے بعد مجلسِ شوریٰ اسلامی نے ٹیکس سے متعلق قانون کے اجراء کے سلسلے میں جس کے لئے ولی فقیہہ کے دستخط ضروری ہیں خود حضرت آیت اللہ العظمیٰ آقائے منتظری کے دستخط کا حوالہ دیتے ہوئے اِس قانون کو نافذ کر دیا۔

۳ : شہید استاد آیت اللہ مرتضیٰ مطہری

آیت اللہ منتظری علمی اعتبار سے ان لوگوں سے جو اس وقت درجۂ اجتہاد اور مرجعیت پر فائز ہیں بدرجہ بہتر ہیں۔

۴ : شہید آیت اللہ صدوقی امامِ جمعہ یزد

میں آیت اللہ منتظری کی عظمتِ علمی کا کھُلم کھُلا اعلان کرتا ہوں، یہ انسان ہر لحاظ سے قابل و محترم ہے میں اسے تقریباً چالیس سال سے جانتا ہوں۔ فقہی اعتبار، علمی لحاظ، زہد و تقویٰ اور ایمانِ مجسّم ہونے کی وجہ سے میں ہر شعبہ میں اُن کی تائید کرتا ہوں۔ یہ واقعتاً ایک لائق انسان ہیں۔ لوگوں پر واجب ہے کہ جب بھی وہ کسی سے کوئی ایسی بات سُنیں جو اس عظیم ہستی کی قدر و منزلت کو گھٹا رہا ہو یا آپ کے خلاف لب کشائی کر رہا ہو تو اُسے مُنہ توڑ جواب دیں۔ میں اپنی کمزوری و ناتوانی کے پیشِ نظر اپنے عزیز دوست کے بارے میں صحیح طور سے خراج ادا نہ کر سکا، لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ میں (منتظری) بے پناہ قابلیت و صلاحیت موجود ہے۔ مجاہد علماء آپ کی تائید کرتے ہیں۔ ہم آپ کے خلاف لب کشائی کرنیوالے کو دشمنِ اسلام تصور کرتے ہیں۔

آیت اللہ منتظری نے ۴۴ سال قبل آیت اللہ بروجردی کی زندگی میں ان کے اسباق کی تدوین فرمائی تھی آج اُن پر کوئی تنقید کرنا چاہے تو سختی سے اِس کے کان کھینچے جائیں۔ علماء کے دشمن خصوصاً آیت اللہ منتظری کے دشمن کو دندان شکن

جواب دینا چاہیئے۔[ا]

ولایت فقیہہ حضرت قائم آل محمد (ع) کی طرف سے ہے۔ صاحب عصر (ع) نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جانشین ہیں۔ اور نبیٔ اکرم خداوند عالم کے نمائندے ہیں۔ ولایت فقیہہ کا منصب تو خدا کی طرف سے ہے البتہ طاغوت اور ملوکیت کے دور میں ولایت فقیہہ کا نفاذ ممکن نہ ہو سکا۔ لیکن آج قدرت نے ایرانی قوم کو یہ موقع عطا کیا ہے اور زمام اقتدار امام زمانہ کی تائید سے ولی فقیہہ کے ہاتھ میں ہے۔ امامِ زمانہ نبیؐ کے حکم سے اور نبیؐ خدا کے حکم سے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ ولایت فقیہہ کا اقرار کئے بغیر مسلمان ہے تو وہ اور اُس کے اعمال سرے سے غلط ہیں اور نہ ہی یہ کوئی وقتی چیز ہے جسے مجلسِ شوریٰ کی ایک قرار داد سے ختم کیا جا سکتا ہے۔ یا دستور کی وجہ سے فقیہہ کو ولایت نہیں ملے گی۔ یہ رُتبہ فقیہہ کو خدا کی جانب سے ملا ہے اگر کوئی ولایت فقیہہ کو تسلیم نہیں کرتا تو اُس نے احکامات خداوندی کا انکار کیا، اور جو خدا کی نافرمانی کرے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا چاہے وہ کسی مرتبہ پر فائز ہو۔ منکرِ ولایتِ فقیہہ کے دین و ایمان پر شک ہوگا اور ایسا مسلمان ہرگز ہرگز انسان، مسلمان یا مومن نہیں ہو سکتا۔ خدا کی قسم اِس میں قطعاً کوئی شک و شبہ نہیں کہ آیت اللہ منتظری ایک جامع الشرائط مجتہد ہیں۔ وہ آج مجتہد نہیں بنے بلکہ وہ تیس سال سے ایک مکمل و عظیم فقیہہ ہیں، ایک وسیع النظر اور ایک بلند مرتبہ مجاہد ہیں اور بہت سی مشکلات جھیلی ہیں۔ خدا جانتا ہے کہ ان پر ان دنوں کیا گذری جب وہ پسِ دیوارِ زندان تھے۔ جب انھیں طبس سے گرفتار کر کے تہران جیل میں ڈال دیا گیا۔ وہ کیسا مشکل مرحلہ تھا کہ آپ اپنے بچوں اور رشتہ داروں سے ملاقات نہ کر سکتے تھے۔ اس سلسلہ میں میں آیت اللہ خوانساری اعلیٰ اللہ مقامہ سے رابطہ قائم کیا گیا۔ آپ کی جد و جہد سے آیت اللہ منتظری کے چند افرادِ خانہ کو چند منٹ کے لئے ملاقات کی اجازت ملی۔ آپ

کی علمیت سے قطع نظر آپ ایک لائق اہل اور مستقل مزاج انسان ہیں۔ ہر شخص مرجعیت کی صلاحیت نہیں رکھتا خواہ وہ کتنے ہی بلند علمی مقام پر فائز کیوں نہ ہو۔ ہمیں ایسے مرجع عصر کی ضرورت ہے جو عصری تقاضوں سے آشنا ہو اور امام کی طرح مجاہد و ثابت قدم ہو، ہمیں صرف تسبیح و ذکر کرنے والا مرجع نہیں چاہیئے اور نہ امامِ جماعت ہمیں ایک جامع الشرائط اور بہادر مرجع کی ضرورت ہے جو حالات کے سامنے سینہ سپر ہو سکے اور اگر امام جیسا نہ ہو تو امام جیسی خصوصیت رکھتا ہو۔

ایک بار مجلسِ خبرگان میں یہ کہا گیا کہ آپ لوگ جو ولایت فقیہہ کے بارے میں اس حد تک محبّت کرتے ہیں اور اس پر اتنی تاکید کرتے ہیں یہ قبول ہے لیکن ابھی امام موجود ہیں اور اس کی اہلیت رکھتے ہیں۔ لیکن امام کے بعد کیا کرد گے؟

"۔۔۔ تو ایک جواب جو میں نے اُن حضرات کو دیا تھا
وہ یہ تھا کہ وقت خود بتا دے گا کہ ابھی ایک ایسا شخص
ہمارے پاس موجود ہے آپ لوگ ایسی فضول باتوں
سے احتراز کریں ۔۔۔"

کیوں کہ ولایت فقہیہ خدا کی طرف سے ہے اور اگر یہ سوال اٹھایا جائے کہ امام کے بعد کیا ہوگا تو وہ جس نے ولایتِ فقہیہ عطا کی ہے وہ خود ہی اس کا انتظام و انصرام کرے گا۔ اگر اس کی یہی مرضی ہے کہ زمامِ حکومت فقہیہ کے ہاتھ میں ہو تو ہر زمانے میں لائق و فائق فقہا ملتے رہیں گے اور امام نے کیا اچّھا کہا ہے کہ :

"۔۔۔ منتظری میری اُمیّد ہیں ۔۔۔"

تو پھر ہم سب پر واجب ہے کہ آپ کی تائید کریں، وہ جرائد و رسائل

جو آیت اللہ منتظری کے بارے میں مضامین شائع کرتے ہیں وہ اپنی شرعی ذمہ داریوں کو پورا کر رہے ہیں جو لوگ آپ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں وہ احکامات امام سے انحراف کر رہے ہیں[1]

۵ : شہید آیت اللہ اشرفی اصفہانی (امام جمعہ باختران)

مستقبل کے لئے جس شخص کے بارے میں کچھ کہا جا سکتا ہے یا جس کی طرف میں آسانی سے اشارہ کر سکتا ہوں کہ وہ ایک مردِ فقیہہ، دین اور اسلام کا محافظ ہوگا وہ آیت اللہ منتظری ہیں اگرچہ ان کی عمر موجودہ مراجع سے کم ہے۔ لیکن آیت اللہ منتظری ایدہ اللہ تعالیٰ میں یہ صلاحیت بدرجۂ اتم موجود ہے کئی سالوں تک جب میں قم میں تھا تو آیت اللہ منتظری سے میرے اچھے تعلقات تھے اور اب میں ان سے بہت دور ہو گیا ہوں کیوں کہ میں یہاں (باختران) میں ہوں اور وہ ابھی تک حوزہ علمیہ قم میں ہیں۔ اُن کے بارے میں یہ آسانی سے کہا جا سکتا ہے کہ آپ اپنے علم و مرتبہ کی بناء پر سب سے ممتاز ہیں اور زمانۂ حاضر میں ہماری اُمید ہیں۔ آیت اللہ منتظری واقعاً تقویٰ کا ایک نمونہ ہیں، اور اگر انصاف سے بات کی جائے تو حقیقت یہ ہے کہ آپ اپنے علم، زہد و تقویٰ، کردار و عمل، انکساری و تواضع اور سیاسی بصیرت کی بناء پر سب سے ممتاز ہیں[2]

---

[1] : مجلّہ حوزہ شمارہ نمبر ۳

[2] : انٹرویو مجلّہ پیام انقلاب شمارہ نمبر ۶۳

۶: مرحوم آیت اللہ خادمی اصفہانی زعیم حوزہ علمیہ اصفہان

آیت اللہ منتظری نے اپنی زندگی کا بیشتر حصّہ حوزہ علمیہ قم کی ترقّی میں صرف کیا۔ فضلاء اور مدرسین کو معاشرہ کی خدمت کی بجا آوری کی اہمیّت کا احساس دلایا۔ آپ کی بلند پایہ علمی شخصیت سب کے نزدیک مسلّم اور قابلِ مشاہدہ ہے۔

۷: مرحوم آیت اللہ قاضی (امام جمعہ دیزفل)

حضرت آیت اللہ العظمیٰ منتظری امام اور اُمّت کی اُمید ہیں۔ خدا اُن کی عمر دراز کرے۔ امام کے بعد اُن کی نظیر نہیں ملتی اوصافِ قیادت آپ میں روزِ روشن کی طرح واضح ہیں اور آپ کا علمی و فقہی مقام اظہر من الشمس ہے۔

۸: مرحوم آیت اللہ ربّانی املشی قائم مقام رئیس مجلسِ خبرگان

حضرت آیت اللہ العظمیٰ منتظری علمی لحاظ سے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔ آپ ایک عظیم انسان ہیں۔ ماضی میں لوگوں کو آپ کے تبحرّ علمی کا اندازہ نہ تھا لیکن جب آپ کے علمی شہ پارے سامنے آئے اور آپ کے فقہی دروس سُنے تو آپ کے علمی مقام کے قائل ہو گئے۔

۹ : آیت اللہ مشکینی رئیس مجلس خبرگان (فقھیہ معروف)

آیت اللہ العظمیٰ منتظری کا علم وفضل، تقویٰ واخلاق اور ماضی میں آپ کے شاندار جہادی کارنامے کسی سے پوشیدہ نہیں، میں انھیں ایک عادل فقھیہ اور انتھک مجاہد سمجھتا ہوں اور اُن کی درازیٔ عمر کے لئے دُعا مانگتا ہوں۔

یہ انقلاب جس طوفانِ حوادث سے گذرا ہے اِس سے تائید ایزدی کا پتہ چلتا ہے جو اُمّت مسلمہ کے لئے ایک معجزے سے کم نہیں۔ مجلسِ خبرگان جیسے مسلین نے منتخب کیا جو اِس عہدے کے لئے انتہائی موزوں اور پوری قوم میں متعارف ہے۔

مجلسِ خبرگان نے قیادت کے سلسلہ میں یہ انتہائی اہم قدم اُٹھا کر نہ صرف ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے بلکہ اِس مسئلہ کو قطعی واضح کر دیا ہے۔ اُمّت پر لازم ہے کہ اِس کی قدر دانی کرے۔ مجلسِ خبرگان کے بارے میں یہ عرض کروں گا کہ جمہوری اسلامی کی برکات میں سے ایک یہ ہے کہ رہبرِ عظیم اطال اللہ عمرہ کی زندگی میں مستقبل کے لئے قائد منتخب کر لیا جو پوری قوم کی آرزو تھی۔ لہٰذا مجلسِ خبرگان نے ایک جلسے میں اپنی رائے دی اور سب نے فقھیہ مجاہد آیت اللہ منتظری کی قیادت پر کامل اتفاق کیا۔ جو ہر جگہ اِس منصب کے مستحق سمجھے جاتے تھے۔ مجلسِ خبرگان نے آپ سے زیادہ قیادت کا مستحق کسی کو نہ پایا۔ آپ کے علاوہ کوئی ایسا شخص نظر نہ آیا جو قوم کو نجات کے ساحل سے ہمکنار کر سکے، اور جس میں سیاسی بصیرت، جرأت اور اخلاص وعمل ہو اور یہ عظیم بارِ امانت اٹھانے کے قابل ہو اور قوم اِس سے روشناس ہو۔ لہٰذا یہ انتخاب ہماری شرعی

ذمہ داری تھی۔ کیوں کہ اگر امامِ اُمت کی جانشینی کا مسئلہ نہ طے کرتے تو ہر شخص اِس کا داعی ہوتا اور ہر گوشے سے لوگ خود کو اس منصب کا اہل ثابت کرنے کی کوشش کرتے اور خود کو عالم، فقیہ، افضل و برتر ثابت کرنے کے لئے ہر طرح کا حربہ اختیار کرتے اور اس آگ کو ٹھنڈا کرنا مشکل ہوتا لہٰذا ہم پوری قوم سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ اس فیصلہ کو صمیمِ قلب سے تسلیم فرمائیں اور دوسروں کو بھی اس کی وضاحت فرمائیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ فیصلہ انتہائی مناسب اقدام ہے اور ہم آپ کے لئے ایک شاندار مستقبل کی آرزو و اُمید رکھتے ہیں اور یہ یقین ہے کہ جس اسلامی انقلاب کی راہ میں قوم نے اپنے لہو کا نذرانہ دیا ہے اِسے ایک عظیم رہبر کے انتخاب سے مستقبل کے تحفظ کی ضمانت مل گئی ہے۔

۹: آیت اللہ فاضل لنکرانی حوزہ علمیہ کے عظیم مدرس اور بزرگ فقیہ

آیت اللہ منتظری کا شمار امام خمینی کے اوّلین ممتاز شاگردوں میں ہوتا ہے۔ آپ اور شہید استاد مرتضٰی مطہری دوسروں سے بہت پہلے امام کی عظمت و منزلت کا احساس و ادراک رکھتے تھے۔

امام نے جب درسِ خارج شروع کیا تو آپ سب سے پہلے اس میں شریک ہوئے۔ مجھے یاد ہے کہ آیت اللہ منتظری درس کے اختتام پر اکثر امام کے ساتھ تشریف لے جاتے اور آپ سے بحث و مباحثہ فرماتے، اور یہ واضح ہے

کہ نہضتِ امام خمینی میں آپ سب سے پیش پیش تھے۔ آپ امام کی قیادت پر غیر متزلزل یقین رکھتے ہیں اور لوگوں کے مقابلے میں انقلابِ اسلامی کے قیام کی جدوجہد میں ہر دور اور ہر مرحلے اور آزمائش کی ہر گھڑی میں آپ کے برابر شریک رہے اور اس راہ میں زندگی کے کئی ماہ وسال پسِ دیوارِ زنداں گزارے۔

جب امام خمینی نجف میں تھے تو حکومت حالات کو پرُ سکون تصور کر رہی تھی اور مقاومت و مبارزت میں کسی حد تک کمی واقع ہو گئی تھی۔ دوسری طرف عوام و اخبارات میں امام خمینی کے تذکرے پر پابندی لگا دی۔

انہی دنوں حوزہ علمیہ کے مدرسین نے ایک جلسہ تشکیل دیا۔ آیت اللہ منتظری اس سلسلے میں پیش پیش تھے۔ اس جلسہ میں اس بات پر غور کیا گیا کہ ایک عرصہ سے آقائے خمینی مدظلہ کے بارے میں کوئی خبر عوام کے سامنے نہیں آئی۔ ایسا نہ ہو کہ لوگ آہستہ آہستہ سب کچھ فراموش کر دیں لہٰذا حوزہ علمیہ میں دو دن کی تعطیل کی جائے اور چھٹی کی وجہ امام خمینی کو قرار دیا جائے تاکہ لوگ پھر اس موضوع کی طرف متوجہ ہوں۔ یہاں پر یہ سوال اٹھایا گیا کہ صرف اساتذہ کرام کی تعطیل سے بات نہیں بنے گی حوزہ میں عام تعطیل کا اعلان کیا جائے اور اس بات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تمام مراجعِ کرام کو اپنے دروس کی تعطیل کا اعلان کرنا چاہیئے۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ دو دو، تین تین مدرسین گروپ بنا کر مراجعِ کرام کے پاس جائیں اور ان سے اپنا ما فی الضمیر بیان کر کے چھٹی کرنے کی درخواست کریں۔ میں آیت اللہ منتظری اور ایک اور شخص جس کا نام اب یاد نہیں آقائے شریعت مداری سے اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے منتخب ہوئے۔ ہم نے جلسہ کو ترک کیا اور اُن کے گھر کا رُخ کیا۔ اُن کے گھر پہونچے تو کچھ دیر بیٹھنے کے بعد اُن سے عرض کی ہم خلوت میں آپ سے خصوصی بات کرنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے

اُسے قبول کیا۔ تو آیت اللہ منتظری نے گفتگو کا آغاز کیا کہ حوزہ کے مدرسین نے یہ منصوبہ بنایا ہے، اور انھیں تمام حقائق سے آگاہ کیا اور حمایت کی استدعا کی۔ یہ سُن کر آقائے شریعتمداری انتہائی ناراض ہوئے اور کہا کہ آپ اپنا فیصلہ ہم پر کیوں مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ ہم بھی اہلِ منصب واہل رائے ہیں۔ جواب میں ہم نے کہا کہ تمام رفقاء کا یہی فیصلہ ہے۔ آقائے شریعت مداری نے کہا کہ میں ہرگز اپنا درس معطل نہیں کروں گا۔ اتفاق سے انہی دنوں شریعت مداری کے تبلیغاتی ادارہ" دارالتبلیغ" کے خلاف حوزہ میں ایک اعلامیہ نشر ہوا اور اُن کے خیال میں یہ کام آیت اللہ منتظری کے اُکسانے پر کیا گیا ہے۔ لہٰذا وہ فوراً اس موضوع کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کیا دارالتبلیغ کے خلاف وہ اعلامیہ تم نے نشر کرایا ہے؟

" آیت اللہ منتظری جنھیں اس کی خبر تک نہ تھی، پوچھنے لگے، کون سا اعلامیہ مجھے تو کسی بیان کی کوئی اطلاع نہیں ہے اور نہ ہی میں نے کوئی بیان دیا ہے"۔

شریعت مدار نے کہا :

" وہی اعلامیہ جو تم لوگوں نے دارالتبلیغ کے خلاف شائع کیا ہے۔

آیت اللہ منتظری نے قسم اُٹھائی اور کہا :

مجھے اس کا علم نہیں اور نہ ہی اس سے میرا کوئی تعلق ہے، نہ ہی میں نے کسی کو اُکسایا ہے۔

شریعت مدار نے کہا :

" مجھے یقین ہے یہ آپ لوگوں کا کام ہے اور ایسے کام آپ لوگ ہی کر سکتے ہیں، میں اتنی طاقت رکھتا ہوں کہ

تمھیں منع کر سکوں، لیکن میں ایسا نہیں کروں گا ۔۔۔۔"

گفتگو تلخی اختیار کر گئی تو شریعت مدار نے کہا۔ ان باتوں کو چھوڑ دو اور حوزہ کی اصلاح کی فکر دو۔ عیدِ نوروز قریب ہے، نیم عریاں عورتیں اس شہر میں آئیں گی اور لوگوں سے مخلوط ہوں گی۔ آپ جائیں اور جوانوں کو نصیحت کریں کہ اُن عورتوں کی طرف نگاہ نہ کریں اور لوگوں کو اُن کے ساتھ آمیزش سے منع کریں۔

غرض کہ موضوع بدل گیا۔ ہم وہاں سے اٹھنا چاہتے تھے۔ میں نے کہا آپ جو حوزہ کے لئے اتنا درد رکھتے ہیں اور اُس کی اصلاح کی فکر میں ہیں۔ اگر آپ واقعاً حوزہ کی اصلاح چاہتے ہیں تو اپنے حاشیہ برداروں کی باتوں پر کان کیوں دھرتے ہیں اور تمام امور ان کے ہاتھ میں کیوں دیئے ہیں اور اُن کی قیاس آرائیوں کو میزان کیوں قرار دیتے ہیں؟ خدا کی قسم وہ چیز جو آپ کے ذہن میں ہے حقیقت سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اگر آپ واقعی حوزہ کی دل سے اصلاح چاہتے ہیں تو ہم آپ کے ہاتھ چومنے کو تیار ہیں۔ اس گفتگو سے تلخی میں اور اضافہ ہو گیا۔

تو آیت اللہ منتظری نے فرمایا:

" ان باتوں کو چھوڑیئے اور اصل موضوع پر آیئے

تمام برادران آپ سے دو دن کی چھٹی کی درخواست کرتے

ہیں "

شریعت مدار نے کہا:

" میں ہرگز ہرگز اپنے درس کی چھٹی نہیں کر سکتا "

یہ تمام واقعات جو میں نے نقل کئے ہیں عین حقیقت ہیں۔

میں نے شریعت مداری کے گھر سے کچھ دور چل کر آیت اللہ منتظری سے کہا کہ اب جیل کے لئے تیار رہیئے۔ انھوں کہا آخر کیوں؟ میں نے کہا اس گفتگو سے

میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ عنقریب آپ کو جیل جانا ہوگا اور آپ اسے دیکھ بھی لیں گے۔ اسی صبح شریعت مداری نے اپنے درس میں کہا کہ چند بچّے حوزہ میں میں اختلاف و انتشار کی فضا پیدا کر رہے ہیں ہم ایسے لوگوں سے نپٹ لیں گے۔

دوسرے دن صبح کو آیت اللہ منتظری کو پہلی بار گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا اُسی وقت سے آیت اللہ منتظری کو جیل جانے کا آغاز ہوگیا۔

میں سمجھ گیا کہ اس کے بعد میرا نمبر ہے لہٰذا میں نے یہی مناسب سمجھا کہ قم چھوڑ دوں میں تین ماہ تک طہران میں روپوش رہا تاکہ جیل سے نجات حاصل ہو سکے۔

قیادت کی تقویت میں آیت اللہ منتظری نے کسی بھی کوشش سے اجتناب نہیں کیا۔ آپ کا مدعا و مفہوم اس معاشرے کو وحدت و قیادت کی سمت لانا تھا۔ اس کی وجہ امام سے آپ کی معرفت تھی، اس لئے آپ دوسروں کے مقابلے میں اس سلسلے میں زیادہ کوشاں رہے اور بار بار پابندیٔ سلاسل ہونا پڑا اور بارہا جلاوطنی کا آزار سہنا پڑا۔ آپ کا وہ عظیم جہاد جو کسی پر مخفی نہیں ہے۔ تقویت، قیادت اور اس کے اہداف و مقاصد کے لئے تھا۔

انقلاب کی کامیابی کے بعد بھی ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف طریقوں اور مختلف مسائل میں آپ کا مقصد قیادت کی تقویت ہے۔ آپ کی شخصیت پورے معاشرے پر اثر انداز ہے اور اس مجلس خبرگان کو دیکھئے جو قانون ساز اسمبلی تھی۔ اور آپ اس کے رئیس تھے۔ آپ نے ولایتِ فقیہہ اور قیادت پر زور دیا، اور اُسے تمام امور کی اساس قرار دیا۔ یہ سب کچھ آیت اللہ منتظری کی کاوشوں کا نتیجہ ہے ورنہ بنی صدر مقدم مراغائی (وغیرہ) جیسے افراد ان تمام چیزوں کے مخالف تھے۔ یہ آیت اللہ منتظری کے احساس وسعی کا نتیجہ ہے کہ آج آئین کی اس نہج پر

تدوین ہوئی اور اسلامی جمہوریہ ایران کے آئین کی اساس ولایتِ فقیہ پر قائم ہے۔[1]

۱۱: آیت اللہ ملکوتی (امامِ جمعہ تبریز)

میں آیت اللہ العظمیٰ منتظری دامِ ظلہٗ کو ۱۳۶۴ھ ہجری قمری سے اُن کے فقہی مقام تقویٰ اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کی بنیاد پر جانتا ہوں وہ اسلامی انقلاب کی قیادت کے لئے انتہائی موزوں اور اہل شخصیت ہیں۔[2]

۱۲: آیت اللہ طاہری اصفہانی (امامِ جمعہ اصفہان)

جس طرح لوگوں نے آیت اللہ العظمیٰ امام خمینی میں قیادت کی صلاحیتیں پائی ہیں اسی طرح رہبری کی یہ خصوصیات آیت اللہ منتظری میں بھی موجود ہیں۔ جو لوگ آیت اللہ العظمیٰ امام خمینی کی تائید کرتے ہیں ان میں بہت بڑی تعداد اس عظیم فقیہ کی بھی حمایت کرتی ہے۔ مرجعیت اور سیاسی قیادت میں فرق نہیں ڈالا جاسکتا اور ہم یہ دونوں صفات امام خمینی کے بعد آیت اللہ منتظری میں بخوبی دیکھ رہے ہیں۔ آیت اللہ منتظری میں فقاہت و مرجعیتِ دینی اور سیاسی قیادت جیسی صفات بیک وقت موجود ہیں میں خدا کو حاضر ناظر جان کر پورے اطمینانِ قلب سے یہ کہتا ہوں کہ امام کے احتیاطی مسائل میں آیت اللہ منتظری کی طرف رجوع کریں اور میں بروزِ قیامت اس کا مسئول و جواب دہ ہوں۔

---

[1]: مجلہ پیامِ انقلاب شمارہ ۹۷

[2]: موصوف کے دستخط مورخہ ۲۸ شوال ۱۴۰۳ھ ہجری

۱۳: آیت اللہ آذری قمی

اِس بات کو مدِنظر رکھتے ہوئے کہ امام نے احتیاطی مسائل میں اعلم فالا علم کی طرف رجوع واجب قرار دیا ہے اور دو احتیاطی مسائل میں آیت اللہ منتظری کی طرف رجوع کرنے کو کہا ہے۔ اگر امام خمینی آپ کی اعلمیت کے قائل نہ ہوتے تو یہ حکم نہ دیتے۔ لہٰذا میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر تمام حقائق کو مدِنظر رکھتے ہوئے اِس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ آج ہمارے پاس آیت اللہ منتظری جیسا کوئی انسان نہیں۔

مجلسِ خبرگان کے دوسرے سال کے لئے آئین کی شق نمبر ۱۰۷، ۱۰۶ پر بحث کے لئے کمیٹی تشکیل دی گئی۔ میں بھی اِس کمیٹی کا رکن تھا جس کا کام یہ تھا کہ مرجعیت و قیادت سے مربوط مسائل میں مباحثہ و تحقیق کریں اور مستقبل کے لئے کوئی بہترین راستہ اختیار کریں لہٰذا میں نے وہاں کسی شخص کے بارے میں اپنی رائے نہیں دی تاکہ قبل از وقت اقدام نہ ہو۔ جیسا کہ بعض افراد نے کیا اور میں نے اُن کی مخالفت کی چوں کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ مجلسِ خبرگان میں جب ہم ان تمام اشخاص کے بارے میں بحث کریں گے جن میں قیادت کی شرائط موجود ہیں یا جب ہم مسائل کا علمی نقطۂ نگاہ سے جائزہ لیں گے اور کُلی معیار قرار دیں گے تو اس سے کہیں زیادہ بہتر اور صحیح ہوگا کیوں کہ جب ہماری بحث دقیق اور غیر سطحی ہوگی تو لوگوں میں اس کی وقعت زیادہ ہوگی اور عوام کے لئے زیادہ قابلِ قبول ہوگی۔

البتہ آیت اللہ منتظری کے بارے میں مختلف مواقع پر خصوصی طور پر اپنی ذاتی رائے کا اظہار کرچکا ہوں۔ عام و خاص محافل کے علاوہ مجلسِ خبرگان میں بھی

اِس کا اظہار کر چکا ہوں اور آیت اللہ منتظری کے بارے میں اور ان کی علمی منزلت کے بارے میں اپنے نظریات بیان کر چکا ہوں۔

اُن کے بارے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے موجودہ اور سابق علماء کے پاس ایک خاص طریقۂ کار تھا یعنی جب وہ کسی شخص کو "اعلم فالاعلم" کے عنوانات سے متعارف کرانا چاہتے ہیں یا جب اُن سے کسی مسئلے کے بارے میں سوال کیا جائے جس میں وہ اپنی رائے نہ رکھتے ہوں یا اِس میں احتیاط کے قائل ہوں تو ضمناً کہہ دیتے ہیں کہ اِس مسئلے میں فلاں شخص کی طرف رجوع کرو۔ نتیجے میں اُن کا یہ عمل اُن کے کے بعد اعلم کے تعین کا معیار بھی بن جاتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ مرحوم آیت اللہ ابوالحسن اصفہانی کی وفات کے بعد کچھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا کیوں کہ اُن سے آیت اللہ العظمیٰ آقائے بروجردی کے بارے میں یونہی سُنا گیا۔ لہٰذا ہمارے معاشرے میں یہاں تک علمائ کے نزدیک بھی اُن کی مرجعیت کا معیار بھی یہی تھا۔

ابھی میں اِس مسئلہ میں اپنی رائے دینا مناسب نہیں سمجھتا لیکن میں نے امام خمینی دام ظلہ سے سُنا ہے کہ انھوں نے تین مسائل میں آیت اللہ منتظری کی طرف رجوع کرنے کو کہا۔

ریڈیو اور ٹیلی وژن کی سرپرست کمیٹی بننے سے پہلے امام کی طرف رجوع کیا گیا کہ آپ ایسی موسیقی وغنا کو جو حرام ہے اس کی حدود مقرر کر دیں تاکہ عملی طور پر اس کا خیال رکھا جائے تو آپ نے آیت اللہ العظمیٰ منتظری کی طرف رجوع کرنے کو کہا۔

دوسری مرتبہ تعزیرات کے مسئلہ میں جب امام کی طرف رجوع کیا گیا کہ کیا مالی سزائیں بھی اِسی تعزیرات کے حکم میں شامل ہیں تاکہ جرمانوں کو بھی تعزیرات ہی کی ایک قسم قرار دیا جا سکے یا نہیں ؟

جیساکہ میری اپنی ذاتی رائے بھی یہی ہے، تو میں نے سپریم کونسل کے بعض ارکان سے ایک دو مرتبہ ایسا ہی سنا اور ایک مرتبہ کے بارے میں تو مجھے یقین ہے کہ امام خمینی نے فرمایا کہ میں ذاتی طور پر تو اس بات کا مخالف ہوں کہ جرمانوں کو بھی تعزیرات میں شامل کیا جائے لیکن آپ لوگ رجوع کریں۔ آقائے منتظری کی طرف اگر وہ اس سلسلے میں رائے دیں تو وہ صحیح ہوگی اور اسی پر عمل کریں۔ اور وہی صحیح ہوگی۔ لہٰذا یہ معیار جو ہم نے اپنے علماء سلف سے لیا ہے اسی معیار کو مدِنظر رکھتے ہوئے ہم نے یہ معیار قائم کیا ہے۔ امام اپنے بعد آیت اللہ منتظری کو اعلم مانتے ہیں۔

۱۵: آیت اللہ شیخ عباس (امامِ جمعہ نجف آباد)

اگر میں یہ کہوں کہ آیت اللہ منتظری ایک ایسے مرتبہ پر فائز ہیں کہ امام کے بعد کوئی اس مرتبہ پر نہیں پہونچ سکتا تو یہ یا وہ گوئی نہ ہوگی کیوں کہ میری نظر میں آیت اللہ منتظری عدالت، فقاہت، سیاسی بصیرت، قیادت و مرجعیت کے لحاظ سے یکتا ہیں، جامع الشرائط، فقیہ کامل اور حوادث زمانہ سے آگاہ ایک انتھک مجاہد ہیں۔ آیت اللہ خمینی مدظلہ کے بعد آپ ہی ولایت فقیہ کے اہل ہیں۔[۱]

۱۶: آیت اللہ موسوی اردبیلی (چیف جسٹس عدالت عالیہ)

میں آیت اللہ منتظری سے ۱۳۶۰ھ قمری سے واقف ہوں۔ آپ ایک

۱: انٹرویو سے اقتباس مورخہ دو شوال ۱۴۰۴ھ

علمی اور فقہی مقام رکھتے ہیں۔ آپ کے جوہر سب پر آشکار ہیں۔ زہد و تقویٰ، فضیلت و جہاد اور حق کی راہ میں سعی پیہم نے آپ کو اور بھی ممتاز کر دیا ہے۔ آیت اللہ منتظری ایک ایسی نادر شخصیت ہیں کہ جو آپ کے جتنا نزدیک ہوا اتنا ہی آپ کے فضائل و کمالات سے آگاہ اور معترف ہوگا۔

۱۶: آیت اللہ جوادی آملی فقیہ و مفسرِ قرآن

جب میں حوزہ علمیہ تہران میں تھا تو آیت اللہ منتظری کو تہران کے مکتبوں میں دیکھا۔ جب میں قم مقدس میں درسِ خارج میں شریک ہوا تو میرے ذمہ آیت اللہ بروجردی کے دروس کو لکھ کر ممتحن کو پیش کرنا تھا۔ آیت اللہ منتظری بھی آیت اللہ بروجردی کی جانب سے امتحان لینے والی ٹیم کے فرد تھے اور یہیں میں اس عظیم انسان سے پہلی بار روشناس ہوا۔ طلباء اپنے مقالات و مباحث کی تدوین کر کے پیش کرتے اور آپ ان طلباء سے امتحان لیتے۔ آپ کا شمار آیت اللہ بروجردی کے ممتاز شاگردوں میں ہوتا تھا اور آیت اللہ علامہ طباطبائی کے مخصوص علمی درسوں میں شرکت فرماتے۔ یہیں پر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا چونکہ آپ کا شمار حوزہ علمیہ قم کے معروف اساتذہ میں ہوتا تھا۔ لہٰذا آپ طلباء کی طرف سے منعقدہ علمی مباحث میں شرکت فرماتے چونکہ بیشتر حضرات کے نزدیک آپ ایک مسلّم علمی مقام رکھتے ہیں۔ لہٰذا آپ کی گرانقدر آراء کا بے حد احترام کیا جاتا ہے[۵]۔

۱۷: آیت اللہ شیخ ابوالحسن شیرازی امام جمعہ مشہد

علمی درسگاہوں میں آیت اللہ منتظری ایک بلند مقام رکھتے ہیں، آپ

---

[۵]: انٹرویو مجلہ پیامِ انقلاب شمارہ ۸۵

فقاہت کے اعتبار سے (جو ایک فقہیہ کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے) امام کے بعد پہلے درجہ پر ہیں۔ امام کے بعد آپ کے ہم پلّہ کوئی مرجع موجود نہیں۔

ایک مجتہد میں پائی جانے والی تمام شرائط آیت اللہ منتظری میں مکمل طور پر موجود ہیں۔ حضرت امام خمینی بھی دوسرے حضرات پر آپ کو ترجیح دیتے ہیں۔

پروردگارِ عالم نے انقلاب کی بقاء و استمرار اور اس کی عزت و شرف کے لیئے کئی شخصیات پیدا کیں ہیں جو آغاز سے امام کے ساتھ تھیں۔ امام کے بعد آپ کا (آیت اللہ منتظری) کا درجہ سب سے پہلا ہے اور آپ میں وہ تمام شرائط موجود ہیں جو ایک فقہیہ میں ہونا چاہیئے۔ آپ معاشیات، سیاسیات اور معارف اسلامی پر کاملاً عبور رکھتے ہیں، اور کئی برسوں تک آیت اللہ العظمیٰ بروجردی کے محضرِ مبارک سے آپ نے فقۂ اسلام پڑھی اور فقہیۂ کامل بنے۔ اس کے بعد امام خمینی کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا اور مکمل استفادہ کیا۔ جس کے نتیجہ میں عظیم عالم و فقہیہ آج امام کی طرح انقلاب کے قیام و استحکام کے لئے کوشاں ہیں لہ

۱۸: آیت اللہ شیخ حسین راستی کاشانی

انقلاب میں امام خمینی کے بعد آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ کوئی دوسرا آپ کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ انقلاب کے استحکام کے لئے بھرپور کوشش کرنے اور امام کے مدعا و مفہوم و مقاصد کو سمجھنے اور مکمل ادراک میں

لہ : انٹرویو مجلہ پاسدارِ اسلام شمارہ نمبر ۳۰

آیت اللہ منتظری سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ ہمارے معاشرے کی قیادت علماء کرام ہی کر رہے ہیں لیکن اس انقلاب میں آیت اللہ منتظری کا مقام منفرد ہے۔

۱۹: آیت اللہ شیخ یوسف صانعی

مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ میں بھی اُن علماء و فضلاء کی طرح ہوں جو آج اہم عہدوں پر فائز ہیں یا احکامِ شرعیہ امامتِ نماز جمعہ وغیرہ کی ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے ہیں اکثر آیت اللہ منتظری و آیت اللہ مشکینی کے شاگرد رہے ہیں میں نے بھی ان حضرات سے اکتسابِ فیض کیا ہے۔ جب میں حوزہ میں آیا تو ایک معمولی سا طالب علم تھا اور آیت اللہ منتظری اپنے تقویٰ کی بناء پر معروف فقیہہ تھے۔ آیت اللہ بروجردی کے ساتھ آپ کے قریبی روابط تھے وہ آپ کو بیحد چاہتے تھے۔

یوں تو ہمارے درمیان بے شمار فقہا موجود ہیں جو اہلِ تقویٰ اہلِ اجتہاد اور اہل استنباط ہیں۔ یہ سب ہمارے لئے قابلِ احترام ہیں لیکن اعلمیّت کا وہ معیار جس کا میں قائل ہوں، ذہانت و وسعتِ نظر اور مسائل کا مکمّل ادراک ایک فقیہہ واعلم میں ہونا ضروری ہے۔ تاکہ جب وہ کسی موضوع پر اظہارِ خیال کرے تو اس میں وسعت فکر ہونی چاہیئے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب وہ سیاسی بصیرت رکھتا ہو، اخبار کا پابندی سے مطالعہ کرتا ہو اور ریڈیو اور دیگر ذرائع ابلاغ سے مکمّل استفادہ کرتا ہو، تاکہ وہ صحیح معنوں میں اپنی رائے

کا اظہار کر سکے۔

اسے مکمل معاشرتی، ملکی، سیاسی اور فقہی معلومات ہو تاکہ وہ ہر موضوع پر آزادانہ اظہارِ رائے کر سکے اور دلیل کے ذریعے سے ثابت کر سکے اور موضوع کی مناسبت سے ایک موضوع کو دوسرے موضوع کے ساتھ مربوط کر سکنے پر قادر ہو ایک اصول اور ضابطے کے مطابق اس کی پروازِ فکر موضوع کی تہہ تک پہونچ جاتی ہو۔ ان آخری صدیوں میں ہمیں صرف آیت اللہ بروجردی ہی ایک ایسے فقیہہ نظر آتے ہیں جو علمِ اصول اور فقہی مسائل کا مکمل احاطہ فرماتے تھے اور گہرائی تک پہونچ جاتے تھے۔ جن لوگوں نے آپ کے دروس و مباحث میں حصہ لیا وہ بخوبی آپ کی اس حیرت انگیز عادت وصلاحیت سے واقف ہیں اور انھیں دوسروں پر فوقیت دیتے ہیں۔ ان شرائط کے ساتھ ساتھ فقیہہ کو چاہیئے کہ دنیا کو اہمیت نہ دے اگرچہ الحمدللہ ہمارے تمام فقہا ایسے ہی ہیں۔ کیوں کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ جتنا انسان دنیاوی و مادی چیزوں سے دور ہوگا اتنا ہی اس منصب کا اہل ہوگا۔ میری نظر میں احتیاطی مسائل میں ہم جس شخص کی طرف رجوع کر سکتے ہیں وہ آیت اللہ منتظری ہیں۔ آپ میں یہ تمام شرائط بدرجہ اتم موجود ہیں اور بھی بہت سے فقہا ہیں جن کی معلومات بعض لحاظ سے زیادہ ہیں لیکن وہ وسعت فکر اور عمقِ نظر جو آیت اللہ بروجردی میں تھی کسی میں نظر نہیں آتی اور چونکہ آیت اللہ منتظری نے آپ کے دروس میں دوسروں سے زیادہ شرکت فرمائی۔ دیگر فقہا تو مسلمانوں کے اجتماعی امور کی دیکھ بھال میں مصروف رہے لیکن آیت اللہ منتظری کئی سال تک اکتساب فیض کرتے رہے۔ لہٰذا احتیاطی مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرنا بہتر

لہ : انٹرویو مجلہ پاسدار اسلام شمارہ نمبر ۱۶، اور خطبہ نماز جمعہ ۱۱ صفر ۱۴۰۳ھ

ہے۔

۲۰: آیت اللہ خاتمی یزدی امام جمعہ یزد

میری نظر میں آیت اللہ منتظری میں فقاہت و قیادت کی تمام شرائط دوسروں کی بہ نسبت زیادہ موجود ہیں۔ حضرت امام خمینی کے بعد آپ کا مقام نہ صرف ایران بلکہ پورے عالمِ اسلام میں بلند ہے۔ امام کے بعد آپ سب سے زیادہ اہل بڑے اعلم اور نابغہ روزگار ہیں۔ ایسے بہت کم لوگ پائے جاتے ہیں جو اسلامی علوم فقہ اور اصول میں آپ جیسے ہوں آپ گزشتہ و موجودہ فقہا کی نشانی ہیں۔ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ فقہ اور اصول کی تعلیم کس سے لی جائے۔ تو میں جواب دوں گا'

"۔ آیت اللہ منتظری سے ۔"

۲۱ : آیت اللہ جنتی عضو شورائے نگہبانی

آیت اللہ منتظری امام کے ممتاز شاگردوں میں سے ایک ہیں۔ آپ کا علمی مقام فقیہہ و مجتہد کی سطح کا ہے۔ آپ خوش ذوق صاحبِ فہم کثیر المطالعہ اور شاندار ماضی رکھتے ہیں۔ آپ اعلیٰ ذوق اور رواں ذہن کے مالک ہیں جو لوگ آپ کے ماضی کو جانتے ہیں وہ آپ کے علمی مراتب سے آشنا ہیں۔ اور جامعہ علومِ اسلامیہ کے افراد بھی آپ کی علمی شخصیت کے معترف

لہ : انٹرویو مورخہ ۲۳ جمادی الاوّل ۱۴۰۴ھ

ہیں[۱]

۲۲: آیت اللہ ابوالقاسم خزعلی

آیت اللہ منتظری ایک بلند پایہ فقیہہ ہیں۔ آپ کی سعی و تفکر کا محور فقہہ و اصول ہیں۔ دیگر علمی مسائل میں بھی آپ خاصہ عبور رکھتے ہیں[۲]

۲۳: آیت اللہ شیخ محمد گیلانی

یہ خداوند عالم کا لطف و کرم ہے کہ ہر دور میں دشمنوں کی کھڑی کی گئی مشکلات کے باوجود ہمیں نیک صفت و نیک نفس فقہا عطا فرمائے۔ جنھوں نے فقاہت کو قرآن و اہلِ بیت سے حاصل کر کے اپنے زمانے میں امکانی حدود میں قیادت کا بارِ گراں اٹھایا۔ اس انقلابِ اسلامی کے قیام میں بھی تمام مجاہد فقہا قائد معظم کے ساتھ ساتھ تھے اور فقیہہ و مجاہد اور استاد بزرگوار آیت اللہ منتظری بھی صفِ اوّل میں شامل تھے انھوں نے اپنی بصیرت و فکر کے ساتھ نہضتِ امام میں ہر طرح کے شدائد و آلام و رنج و مصیبت برداشت کی۔ لکھنے والے آپ کی خون آلود قمیض سے یہ داستانِ انقلاب بخوبی پوچھ سکتے ہیں[۳]

---

[۱]: انٹرویو ۲۱ محرم ۱۴۰۵ھ [۲]: انٹرویو ۱۹ محرم ۱۴۰۵ھ [۳] انٹرویو مجلہ پاسدار اسلام شمارہ ۱۳

۲۴: حجتہ الاسلام والمسلمین سیّد علی خامنہ ای

صدر اسلامی جمہوریہ ایران

آیت اللہ منتظری ایک بزرگ مرجعِ تقلید اور عظیم فقیہ ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ آپ کو درجۂ اوّل کے فقہاء میں شمار کریں۔ جہاں تک مجھے علم ہے اِن میں دو علمی خصوصیات ہیں۔ فقہ میں وہ ایک عظیم مجتہد اور بلند مقام رکھتے ہیں اور فلسفے میں امام کے شاگرد اور معقولات کے اُستاد ہیں۔ تہران کی نمازِ جمعہ کی امامت کا منصب آپ کی عظمت کی دلیل ہے۔ آپ ہمارے اور حوزہ علمیہ کے بزرگ اُستاد ہیں۔ لیکن آج حوزہ علمیہ نے اس فرزندِ جلیل کو جس کی اِس نے تربیت کی اور زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا دوسروں کی تربیت کے لئے بلایا ہے۔ ایرانی قوم کے مستقبل کی امید اب حوزہ علمیہ قم جا رہے ہیں تاکہ لوگوں کو تربیت دے کر بہترین کردار تشکیل دیں جو تاریخ کی رگوں میں خون بن کر دوڑیں[۱]۔ آپ ہمارے رہبرِ مستقبل کی اُمید اور پسندیدہ شخصیت ہیں۔ آپ انقلاب کو دل و جان سے چاہتے ہیں۔ امامِ اُمت کے بعد اس انقلاب میں برجستہ ترین انسان ہیں۔ آج ولایت فقیہہ کے استحکام و استمرار کی صورت اس بزرگ استاد اور رنجیدہ و غمدیدہ انسان کی صورت میں ظاہر ہے۔ جس دن مجلسِ خبرگان نے اپنی کثرتِ رائے سے آیت اللہ منتظری کو قائمقام رہبر منتخب کیا اور اس فیصلے کو مشتہر کیا ایرانی قوم نے جشن منایا اور تمام طبقوں نے اس فیصلے کو سراہا۔ یہ دن اس آیت کا مصداق تھا۔

---

[۱]: خطبہ نمازِ جمعہ تہران۔

"الیوم یئیس الذین"

کفار اور ان کے روساء کی مایوسی کا دن تھا۔ ان کے دلوں میں ایک عجیب ناامیدی پیدا ہو گئی تھی اور سب امام کے بعد مستقبل کی فکر میں تھے۔ دشمنوں نے بہت کچھ سوچا تھا۔ لیکن مجلس خبرگان کے اعلان کے بعد لوگوں نے اسے ایک خوش آئند اقدام قرار دیا اور اسلام دشمنوں کی امید ناامیدی میں بدل گئی۔ انھیں یہ بات باور کرنا پڑی کہ قیادت جو اس معاشرے کا اہم ستون ہے باقی رہے گی۔

۲۵: حجتہ الاسلام والمسلمین علی اکبر ہاشمی رفسنجانی

رئیس (اسپیکر) مجلسِ شوریٰ جمہوری اسلامی ایران

آیت اللہ منتظری پوری دنیا میں ایک مذہبی اسکالر اور اسلامی علوم کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ آپ کو فقہ میں کمال حاصل ہے۔ آپ کی تدریس کے نتیجے میں آپ کے اکثر شاگرد درجۂ اجتہاد پر فائز ہیں آپ کا علم اصول میں بھی تبحّر قابلِ ذکر ہے۔

آئین کی شق پنجم کے تحت ولایتِ فقیہہ کے لئے فقیہہ کا عادل، متقی، مدبّر اور عصری مسائل وحالات سے آگاہ ہونا ضروری ہے اور ہم یہ تمام شرائط آیت اللہ منتظری میں پاتے ہیں۔ زمانۂ طالبِ علمی میں آیت اللہ منتظری میرے استاد رہے ہیں۔ میں نے رسائل، مکاسب، کفایہ اور منظومہ جیسی کتابیں آپ سے پڑھی ہیں۔ سب سے زیادہ استفادہ میں نے حضرت امام خمینی کے دروس وافکار سے کیا ہے۔ درس کے علاوہ تعطیلات یا عید کے موقع پر بھی میں امام کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ تاکہ آپ کے ارشادات وافکار سے مشرف ہوتا

رہوں۔ امام کے بعد میں نے سب سے زیادہ استفادہ آیت اللہ منتظری سے کیا۔ آپ ایک متواضع استاد تھے۔ طلباء سے گرم جوشی سے پیش آتے تھے۔ میں نے آپ سے فلسفے کی تعلیم حاصل کی، آپ کی شفقت کی وجہ سے میں آپ کے قریب ہوتا گیا اور اکثر آپ کی خدمت میں نجف آباد بھی حاضر ہوتا۔ کبھی آپ مجھے کھانے پر مدعو کرتے اور کبھی میں آپ کو دعوت دیتا۔ اس قربت کے نتیجہ میں آپ سے استفادہ کرنے کا بہت موقع ملا۔ یوں تو میں نے بہت سے اساتذہ کے پاس تعلیم حاصل کی ہے لیکن یہ دو شخصیتیں سب سے زیادہ نمایاں ہیں۔

ابتدائی ایام میں جب میں قم آیا تو آپ کو دور سے جانتا تھا۔ اکثر آپ کو استاد شہید مطہری اور آیت اللہ بروجردی کے ساتھ دیکھتا۔ آپ کی سادگی، محبت، خلوص و کردار کی وجہ سے آپ کی طرف شدت سے مائل ہو گیا۔ میں ایک معمولی طالب علم تھا اور آپ کا شمار بلند پایہ اساتذہ میں ہوتا تھا۔ لہٰذا قریب آنے کا موقع نہ مل سکا لیکن جب میں نے آپ کے درس میں شرکت کی تو آپ کو سمجھنے کا قریب سے موقع ملا، درس میں مباحثے کے دوران معقولات و منقولات اور استدلال کی وجہ سے ہمارا رشتہ مرشد و مرید والا ہو گیا۔ آپ اپنے تمام شاگردوں سے یکساں اور مشفقانہ و مربیانہ رویہ رکھتے لہٰذا ہم سب ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئے۔ اس چیز نے ہمارے تعلقات استاد و شاگرد سے آگے بڑھا دیئے۔ میں آقائے ربانی املشی اور آقائے صانعی وغیرہ جو آپس میں ہم مباحثہ تھے۔ درس کے بعد سوال پوچھتے پوچھتے آپ کے گھر تک آجاتے اور کسی تکلف کے بغیر وہاں کھانا کھاتے ایک دوسرے سے وعدہ کرتے کہ جب آپ نجف آباد جائیں گے تو ہم بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ نجف آباد میں آپ انتہائی سادہ زندگی بسر کرتے درس کے دوران آپ نہایت خوش اخلاقی سے پیش آتے اور کبھی کبھار

اپنے شاگردوں سے مذاق بھی فرماتے تھے۔

آقائے شیخ صانعی (جو سابق چیف جسٹس ہیں میرے ہم درس تھے) نے بتایا کہ آپ کا دور حوزہ میں انتہائی اچھا دور تھا۔ اس وقت ایسے فاضل طلبائ جو آپ کے شاگرد نہ رہے ہوں کم پائے جاتے تھے میں نے ایک مرتبہ اندازہ لگایا کہ اس وقت ملک میں تمام تر علماء، ائمہ جمعہ و خطباء، واہل قلم اور تمام ایسے افراد جو سرکاری عہدوں پر فائز ہیں آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ کا درس ذہین و فعال طلباء کی آماجگاہ تھا۔ حوزہ میں دو مقام پر بے پناہ مجمع ہوتا تھا۔ ایک امام کا درس اور دوسرے آیت اللہ منتظری کا درس۔

مخلص و مستقل مزاج طلباء جو متعدد جگہوں سے وابستہ نہ ہوتے ان ہی دو مقامات سے اپنے علم کی پیاس بجھاتے۔ آپ کا درس امام کے درس سے کم علمی سطح پر ہوتا جو ایک فطری امر ہے۔ استاد اور شاگرد کے درمیان کمال علم میں کچھ نہ کچھ فرق تھا۔ ایسے بہت کم علماء ہیں جن کا اتنا حق ہو جو بھی درس میں شامل ہوتا اور جتنا آپ سے قریب ہوتا آپ کی شخصیت و علم و فقاہت کا معترف ہوتا آپ متدین شخصیت، متواضع شخص، عظیم فقیہ اور اچھے انسان تھے۔ اور ان ہی صفات اور یادوں کی وجہ سے حوزہ سب کو ہمیشہ یاد رہے گا۔

حوزہ میں آپ کا اخلاقی و معنوی مقام بہت بلند تھا۔ اسی اہلیت اور اخلاق حسنہ کی وجہ سے آپ طلباء میں بہت مقبول اور اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ ہم سے پہلے ہمارے دور میں اور ہمارے بعد حوزہ ہی آپ کا شہر رہا ہے۔[1]

---

[1]: انٹرویو مجلہ حوزہ شمارہ ۱۱۔

۲۶: حجۃ الاسلام والمسلمین آقائے طبسی مدظلہ

فقیہہ جلیل القدر حضرت آیت اللہ منتظری کی فقہی، علمی، سیاسی، اور اخلاقی زندگی اور آپ کی تمام خصوصیات نمایاں اور قابلِ مشاہدہ ہیں۔

۲۷: آیت اللہ شیخ صادق خلخالی سابق سربراہ انقلابی عدالت

درود و سلام کے بعد لبنان و شام میں برسرِ پیکار بھائیوں کی خدمت میں پوری سچائی اور ایمان کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ پوری دنیا کے علمائے اسلام سے امام خمینی اعلم ہیں لوگوں کو چاہیئے کہ آپ کی تقلید کریں اور امام مدظلہ کے بعد لوگوں کو آیت اللہ منتظری کی تقلید کرنا چاہیئے، کیوں کہ امام کے بعد آپ اعلم ہیں[۱]

والسّلام، علی من اتبع الھدیٰ

۲۸: آیت اللہ محمد مومن قمی

آیت اللہ منتظری کے بارے میں اور ان کے علمی اور فقہی مقام کے بارے میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے حوزہ کے تمام علماء و فضلاء اس کے معترف ہیں۔

---

[۱]: لبنان کے طلبہ کے تقلید سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا۔ مورخہ ۱۵ شعبان ۱۴۰۶ھ

آپ آیت اللہ بروجردی کے زمانے سے ہی فلسفہ کے بزرگ اساتذہ میں شمار کئے جاتے تھے اور فقہ میں سطوحِ عالیہ کے استاد تھے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میری آیت اللہ منتظری سے ملاقات ۱۳۴۸ھ یا ۱۳۴۹ھ میں ہوئی تھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ بلند مرتبہ مدرسین میں شمار ہوتے تھے۔ میری حیثیت ایک شاگرد کی تھی۔ ۱۳۴۵ھ میں آپ منظومہ پڑھاتے تھے اور میں کبھی کبھار آپ کے درس میں حاضر ہوتا۔ لیکن آپ سے قریبی تعلقات اس وقت ہوئے جب نہضت انقلاب اپنے عروج پر تھی۔ آپ کی سرگرمیاں اور مصروفیتیں بھی اپنے عروج پر تھیں۔ آپ کا گھر محلّہ عشقِ علیؑ میں واقع تھا جہاں پر ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کرتے۔ ہم دس پندرہ افراد ہیت افتاء میں شامل تھے اور آیت اللہ منتظری اس گروہ کا ایک حصّہ تھے۔ ہم سب نے مل کر آپ کو اس جماعت کا صدر منتخب کیا۔ نہضت میں آپ کا مقام اور افکار امام سے آگاہی آپ ہی کا خاصہ تھی۔ مجھے یاد ہے کہ جس وقت امام پیرس سے تہران تشریف لا رہے تھے ہم بھی استقبال کے لئے تہران گئے وہاں پر نہضت آزادیٔ ایران نے قطب زادہ کے توسط سے امام کا یہ پیغام شائع کیا کہ بختیار اگر استعفےٰ دیئے بغیر پیرس آجائے تو میں راضی ہوں۔ یہ لوگ اس خبر کو منتشر کرنا چاہتے تھے اور اسے اخباروں میں چھاپنا بھی چاہتے تھے، لیکن آیت اللہ منتظری نے کمالِ شجاعت سے کہا کہ:

"یہ فکر ہرگز امام کی نہیں ہو سکتی۔ وہ ہرگز اس وقت تک بختیار سے ملنے کے لئے رضامند نہ ہوں گے جب تک وہ استعفےٰ انہیں دے دیتا"

کیوں کہ آپ نے جلال تہرانی سے بھی یہ فرما کر ملنے سے انکار کر دیا

تھا کہ وہ پہلے اپنے عہدے سے استعفےٰ دے پھر ملاقات ممکن ہو سکے گی اور یہاں بھی یہی شرط ہے۔ آپ اپنے موقف پر استقامت سے ڈٹے رہے۔ آپ نے فرمایا:

"۔۔۔ اگر چاہتے ہو تو پیرس سے رابطہ قائم کر کے دیکھ لو۔ آپ نے آخری وقت تک اس خبر کو منتشر نہ ہونے دیا۔ تقریباً یہ آدھی رات کا وقت تھا[۱]۔۔۔"

۲۹: حجتہ الاسلام والمسلمین سیّد محمد بجنوردی

میری ذاتی رائے یہ ہے کہ آیت اللہ منتظری امام کے بعد موجودہ تمام علماء اسلام سے افضل و بہتر ہیں چونکہ میں ان تمام علماء کے درسوں میں گیا ہوں جو قم اور نجف میں ہیں۔ میں نے اُن کی کتابوں کا بھی مطالعہ کیا اور کر رہا ہوں[۲]۔

۳۰: آیت اللہ شیخ محمد امامی کاشانی

آیت اللہ منتظری علمی اعتبار سے ایک جامع الشرائط مجتہد ہیں، وہ فقہی نقطۂ نگاہ سے مجتہدِ مطلق ہیں۔ خواہشاتِ نفسانی کو ترک کرتے ہیں۔ مولیٰ کے اطاعت گذار ہیں۔ معقولات اور حکمت کے مسائل میں آپ ایک فیلسوف کامل ہیں[۳]۔

---

۱ : انٹرویو مجلّہ پیامِ انقلاب شمارہ ۱۰۲، ۲ : انٹرویو مورخہ ۶ر صفر ۱۴۰۴ھ ۳ : انٹرویو ۲۷ر ذالحجہ ۱۴۰۴ھ

۳۱ : حجۃ الاسلام والمسلمین شیخ صادق احسان بخش

امام جمعہ رشت گیلان

اگر ہم چاہیں کہ امام خمینی کی مثال پیش کریں جو امام کی سی خصوصیات اور امام جیسی نورانیت اس میں موجود ہو، امام جیسا قوی حوصلہ، جاذبیت، جرأت، خلوص، شاگردوں کی معرفت، علماء سے لگاؤ، پختگی، شجاعت و شدّت، عطوفت و محبت اور باطل کے مقابلے میں امام جیسا قہر و غضب موجود ہو تو وہ صرف آیت اللہ منتظری ہیں۔

آیت اللہ منتظری کو ہم آج سے نہیں اپنے بچپن ہی سے جانتے ہیں۔ جب سے آپ کے درس میں شریک ہوا آپ کی پدرانہ شفقت، برادرانہ سلوک، علمی بصیرت اور تعمیری خط کا احساس کیا۔ میں ۱۳۲۶ھ میں آیت اللہ منتظری سے آشنا ہوا۔ میں نے آپ سے شرح لمعہ پڑھی تھی۔ غرض یہ کہ وہ پھول جس سے امام کی خوشبو آتی ہے وہ آیت اللہ منتظری ہیں[۵۱]۔

۳۲ : حجۃ الاسلام والمسلمین سیّد موسوی خوئینیھا

آیت اللہ منتظری عصرِ حاضر کے اہل ترین فقیہ ہیں وہ اپنے دوش پر ملّتِ اسلامیہ کی قیادت کا بوجھ اٹھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ وہ مرجع تقلید، رہبرِ انقلاب اسلامی حضرت امام خمینی کے نقشِ قدم پر گامزن ہیں۔

---

۵۱ : انٹرویو مجلہ پاسدار اسلام شمارہ ۲۳

۳۳: حجتہ الاسلام والمسلمین شیخ محمد موحّدی کرمانی

ہماری نگاہیں اسلامی انقلاب میں آیت اللہ منتظری پر جمی ہوئی ہیں اور ہماری امیدیں ان سے وابستہ ہیں۔ ان کا علمی مقام گزشتہ کئی برسوں سے حوزہ علمیہ کے اساتذہ، فضلاء اور اسکالرز کے نزدیک مسلّم ہے۔ خصوصاً وہ لوگ جو آپ کے افکار و مباحث سن چکے ہیں۔ وہ آپ کے علمی و فقہی مدارج سے آشنا ہیں۔ آپ کا استنباط نہایت بلند ہے۔ مجھ جیسا بے بضاعت انسان آپ کی علمی حیثیت کا احاطہ نہیں کرسکتا، میری فکر سے بالاتر ہے آپ کا معنوی واخلاقی مرتبہ بھی بہت بلند ہے[۱]۔

۳۴: حجتہ الاسلام والمسلمین موسوی جزائری

امام جمعہ اھواز

خدا امام کے وجودِ مبارک کو باقی رکھے۔ انھیں ہر رنج و بلا سے محفوظ رکھے، لیکن امامِ عزیز کے بعد منصبِ ولایت فقیہہ اور قوم کی قیادت آیت اللہ منتظری میں جلوہ گر ہوگی، آپ بے نظیر فقیہہ اور علمِ اصول میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ یہ بات اہلِ علم وفن سے پوشیدہ نہیں۔ آپ فقہ کی فروعات اور فقہی آراء پر بھی کامل دسترس رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں حدیث اور درائیت اور صحیح و سقیم کی پہچان میں بھی ماہر ہیں۔ جس نے آپ کے درس میں شرکت کی یا آپ کی تصنیفات کا مطالعہ کیا ہے وہ اس بات کا اندازہ کرسکتا ہے کہ تمام اوصاف

---

[۱]: دستخط معظم مورخہ ۸ محرم ۱۴۰۴ھ

کا یکجا ہونا حیرت انگیز بات ہے۔

۳۵: حجتہ الاسلام والمسلمین جمّی امامِ جمعہ آبادان

خداوند تبارک تعالےٰ اپنے فضل وکرم سے اُمّتِ اسلامیہ کی دُعائیں مستجاب فرمائے اور امامِ اُمت کا سایہ ہمارے سَروں پر قائم رکھے۔ لیکن امامِ عزیز کے بعد کوئی شخص بھی علمی، فقہی، سیاسی یا اجتہادی نقطۂ نگاہ سے آیت اللہ منتظری سے بڑھ کر نہیں۔ مستقبل میں یقیناً آپ قیادت کے بلند منصبِ ولایت فقیہہ پر فائز ہوں گے۔ خداوندِ عالم اُمید اور امامِ اُمت کو محفوظ رکھے۔ آمین یا ربّ العالمین[۱]

آیت اللہ منتظری کے فقہی مقام کو ثابت کرنے کے لئے یہ کافی ہے کہ امام نے اپنی دقعت ووسعتِ نظر کے ساتھ آپ کو فقیہہ عالی قدر کہا ہے۔ آپ اپنی عمر کے لحاظ سے نابغہ روزگار شخصیت ہیں۔ چونکہ آیت اللہ بروجردی آپ پر مہربان تھے اور یہ فقہی مہارت انہی کا طفیل ہے۔ انشاء اللہ اس وجود مبارک سے پورا عالمِ اسلام مستفید ہوگا[۲]

۳۶: حجتہ الاسلام والمسلمین سیّد قریشی مدظلہ

میرا عقیدہ ہے کہ آیت اللہ منتظری امام کے بعد اعلم ہیں اور میری نظر میں وہ ہر اعتبار سے اعلم ہیں۔ وہ احکامِ اسلام کو مختلف زاویوں سے دیکھتے

۱: انٹرویو ۹ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ ۲: انٹرویو روزنامہ اطلاعات مورخہ ۱۱ صفر ۱۴۰۲ھ

ہیں۔ اسلام سے یہ خصوصی آگاہی وہی فکرِ امام ہے جس نے ہماری اُمت کے سامنے کئی عظیم باب کھولے ہیں اور جو فقیہہ اس سطح کا ہو اس کا دوسروں سے قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

۳۷ : حجتہ الاسلام والمسلمین سیّد علی محمد دستغیب

آیت اللہ منتظری جلیل القدر فقیہہ، ممتاز مرجع، امام خمینی کے مضبوط بازو اور اُمتِ مسلمہ کی اُمید ہیں۔

۳۸ : حجتہ الاسلام والمسلمین مجتہدی امامِ جمعہ بھبھان

حضرت آیت اللہ منتظری کی فقاہت و علمیت میں کوئی شک و شبہ نہیں، منصب قیادت کی تمام لیاقت و اہلیت آپ میں جلوہ گر ہیں۔[۱]

۳۹ : حجتہ الاسلام سیّد نور مفیدی امامِ جمعہ گرگان

جب فضلاء و طلباء حوزِ علمیہ میں جاتے ہیں تو انھیں حوزہ کی بڑی بڑی شخصیات کو قریب سے دیکھنے کا شوق ہوتا ہے۔ میں بھی جب حوزہ میں گیا تو حوزہ کے اکابرین اور اساتذ کو قریب سے دیکھنے کا آرزومند تھا۔ حضرت امام ارواحنالہ الفداء کے بعد جس شخصیت نے مجھے سب سے زیادہ اپنی

---

[۱] : دستخط معظم مورخہ ۱۴ محرم ۱۴۰۴ھ

طرف متوجہ کیا وہ آیت اللہ منتظری تھے[1]

۴۰: حجتہ الاسلام والمسلمین شیخ فاضل ہرندی

اب ہماری اُمت نے اپنے لئے صحیح راہ کا انتخاب کر لیا ہے اور ہماری اُمت نے ایک ایسے شخص کی معرفت حاصل کر لی ہے جس کا جاننا بہت ضروری تھا اور بقول آیت اللہ طاھری امام کے حامیوں کی ایک بہت بڑی تعداد آیت اللہ منتظری کی حامی ہے اور آیت اللہ ہاشمی رفسنجانی کے بقول وہ تمام صفات و خصوصیات جو ولیٔ امر میں ہونا چاہیں، آیت اللہ منتظری میں موجود ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ قم کے مشہور واعظ مرحوم انصاری قمی نے ۱۳۳۱ھ میں قم میں ایک منبر سے غیر معروف شخصیات کا تعارف کراتے ہوئے آیت اللہ منتظری کا نام بھی لیا۔ اس نے کہا آپ ایک جامع الشرائط فقیہہ ہیں۔ مرحوم انصاری نے جو مراجع کے متعلق اظہار نظر کرتے تھے آپ کو نہایت سچائی کے ساتھ مجتہدِ جامع الشرائط کے عنوان سے یاد کیا[2]

۴۱: حجتہ الاسلام والمسلمین آقائے مدنی بروجنی

امام جمعہ بوشہر

آیت اللہ منتظری اس انقلاب کے متفقین کے لئے ایک بیمثال قائد ہوں گے اور میں یہ بات بڑے وثوق سے کہہ سکتا ہوں اور ہمیں جو راہ دکھائی

۱ھ : انٹرویو مورخہ ۸ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

۲ھ : انٹرویو روزنامہ اطلاعات مورخہ ۱۲ صفر ۱۴۰۲ھ۔

گئی ہے ہم اس پر گامزن ہیں۔ انشاء اللہ مجلسِ خبرگان کی رائے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ عنقریب پوری اُمت پکارے گی ہمارے قائد منتظری ہمارے قائد منتظری [1]

۴۲ : حجتہ الاسلام شیخ مہدی کروبی قائمقام رئیس مجلس شوریٰ اسلامی

آیت اللہ منتظری کی شخصیت جامعِ صفات ہے۔ آپ میں قیادت کی صفات، سیاسی بصیرت اور ملکہ فقاہت بدرجۂ اتم موجود ہے۔ اس کے ساتھ تقویٰ، استقامت، بہادری، شجاعت، ثبات قدمی اور جہاد فی سبیل اللہ میں آپ مایہ ناز ہیں [2]

---

[1]: خطبہ نمازِ جمعہ ۲۹ ذالحجہ ۱۴۰۱ھ [2]: دستخط معظم مورخہ ۴ صفر ۱۴۰۲ھ

علماء وعوام الناس آپ کی اقتداء کرتے ہوئے

۲

فصلِ دوم

نہ تھکنے اور نہ جھکنے والا مجاہد

امام خمینی کی رائے
آیت اللہ منتظری کے بارے میں

(آیت اللہ منتظری ایک عالی قدر انسان اور ایک ذمہ دار عالم ہیں جنھوں نے جیلیں دیکھیں اور رنج اٹھائے اور انہی اعمال سے اُن کی شخصیت میں پختگی پیدا ہوئی۔)

"امام خمینی"

آیت اللہ منتظری کے بارے میں چند تحریری آثار موجود ہیں جن میں اہم ترین یہ دو کتابیں ہیں "نہضتِ امام خمینی" جو سید حمید روحانی نے لکھی ہے اور دو بڑی جلدوں میں دستیاب ہے اور دوسری کتاب مصطفیٰ ایزدی کی "فقیہہ عالی قدر" ہے اس کے علاوہ سابق شاہی حکومت اور ساواک کے خطوط اور اسناد ہیں جن کی تعداد تقریباً چالیس ہے۔ یہ اسناد آپ کی سرگرمیوں، نظر بندیوں اور ملک بدریوں کے متعلق ہیں۔ میری آرزو ہے کہ کاش ان کتب اور اسناد کا ترجمہ مسلمین کی رائج زبانوں میں کیا جائے تاکہ لوگ

آیت اللہ العظمیٰ امام خمینی اور آیت اللہ منتظری کے بارے میں معرفت حاصل کرسکیں چونکہ یہ ظالمین کے خلاف جہاد کے نمونے ہیں جو ہمیں ائمہ اور اصحاب نبیؐ کی یاد دلاتے ہیں۔ چونکہ ان کا ایمان، ان کی شجاعت، صداقت اور توکل علی اللہ ائمہؑ اور اصحاب ائمہ جیسا ہے۔

اس مختصر کتابچہ میں ہم آیت اللہ منتظری کی جہاد سے بھرپور زندگی کا ایک خلاصہ پیش کریں گے۔ جو مجموعاً پندرہ سال کے عرصہ کا ہے۔ آپ کی زندگی ابتداءِ انقلاب سے لے کر کامیابی تک اور امام خمینی مدظلہ کی وطن واپسی تک جو اکثر جیلوں، جلاوطنیوں اور نظربندیوں میں گزری ہے اسی عرصہ میں اکثر اوقات جیل یا مرکزی ایران شمالی یا مغربی ایران یا کبھی قم، تہران، مسجد سلیمان، نجف آباد، طبس، خلخال اور سقز میں بحالتِ جلاوطنی رہے ہیں جس میں آپ تین مرتبہ ایران سے باہر جاتے میں بھی کامیاب ہوئے۔ ایک مرتبہ حج کے لئے اور دو مرتبہ امام سے ملاقات کے لئے نجف اور پیرس گئے لیکن آپ کی اس زندگی میں ہمارے لئے سب سے بڑا درس وہ ہے جس کا شعلہ ہمیشہ فروزاں رہے گا، جو نہ خاموش ہوا ہے اور نہ ہی انقلاب و علم کی راہ میں مدہم پڑا ہے، اگرچہ اس وقت پولیس کی نگرانیاں اور ظلم کے شکنجے اور امراض بھی زوروں پر تھے۔

۱۵ خرداد ۱۳۴۲ شمسی ہجری کو انقلاب اسلامی کا پہلا غنچہ کھلنے کے بعد جب کہ امام خمینی کو ترکی کی طرف جلاوطن کیا گیا تو آپ کے شاگردوں نے حکومت کے خلاف اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں جن میں آیت اللہ منتظری سب سے نمایاں تھے۔ آپ نے علماء اور عوام کو حکومت کے خلاف اکسانا شروع کیا اور لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی۔

آپ کی سرگرمیوں کی ابتداء کا مرکز قم المقدس تھا۔ چونکہ آپ کا شمار حوزہ علمیہ قم کے بڑے مدرسین میں ہوتا تھا اور حوزہ انقلابی سرگرمیوں کا گھر تھا۔ بناء بریں آپ نے بھی اسی شہر کو علماء و عوام کے ساتھ رابطہ کا مرکز قرار دیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے آبائی شہر نجف آباد میں فعالیت شروع کی۔ نجف آباد جو اصفہان کے قریب ایک قصبہ ہے جس کے اسی ہزار باشندے اپنی دیانت داری اور اپنی سادہ زرعی زندگی اور خلوص کی بناء پر معروف ہیں اس شہر کے لوگ آیت اللہ منتظری کو آپ کی تدریسی تبلیغی اور اجتماعی سرگرمیوں کی بناء پر بخوبی جانتے ہیں کیوں کہ آپ گرمیوں کی چھٹیوں میں یا مذہبی اور قومی تہوار میں اپنے شہر میں ہی جاتے۔ اس کے بعد وہ آپ کو مرجع بزرگ مرحوم آقائے بروجردی قدس سرہ کا نمائندہ بھی مانتے تھے اور ان کے بعد حضرت امام خمینی کے نمائندہ کے حوالے سے بھی جانتے تھے۔ بناء بریں انھوں نے اپنے مرجع اور ان کے نمائندے کی دعوت پر لبیک کہی اور اپنے شہر کو مقاومت و انقلاب کا گڑھ بنا دیا۔

آپ کی زندگی کی پہلی جیل

ابھی امام کو ترکی کی طرف جلاوطن ہوئے ڈیڑھ سال بھی نہ گزرا تھا کہ حکومت نے آیت اللہ منتظری کی سرگرمیوں پر پورے ایران میں بطور عموم اور قم و نجف آباد میں بطور خصوص پابندیاں عائد کر دیں۔ لہٰذا حکومت نے آپ کو گرفتار کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس سے پہلے انھوں نے آپ کے بیٹے شہید محمد کو گرفتار کیا۔ پھر آپ کے گھر چھاپا مارا اور کئی اہم اسناد پر قبضہ کر لیا۔ جن میں

شاہ کے خلاف بیانیہ امام کے خطوط اور ان کی تقریروں کی کیسٹیں اور آیت اللہ منتظری کے توسط سے لوگوں نے امام کو جو خمس کی رقم ادا کی تھی۔ اس کے علاوہ شاہ کے والد کے جرائم کی ایک تحریر بھی تھی جو آیت اللہ منتظری کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تھی۔

حکومت نے یہ سوچا کہ وہ آپ کو گرفتار کر کے آپ کی مخالف سرگرمیوں کو ختم کر سکے گی۔ جیسا کہ فقیہہ عالی قدر نامی کتاب کے صفحہ ۷۰ پر مذکور ہے۔ لہٰذا حکومت نے آپ کی گرفتاری سے عوام اور حوزہ علمیہ میں سخت ردِعمل کا اندیشہ ہونے کے باوجود یہ قدم اُٹھایا۔

آپ کی یہ نظربندی تقریباً سات ماہ تک جاری رہی۔ لیکن یہ آپ کے لئے ایک انتہائی شدید امتحان تھا، اور آپ سے بھی شدید تر آپ کے بیٹے شہید محمد منتظری کے لئے۔ لیکن دونوں باپ بیٹے اس امتحان میں بڑی بہادری سے کامیاب ہوئے۔ حتیٰ کہ حکومت اتنے شدید شکنجوں اور تکلیفوں کے باوجود بھی آپ سے ایک کلمہ تک نہ اگلوا سکی جو انقلاب یا آپ کی شجاعت و مقاومت کے لئے مضر ہوتا آپ کے اس سکوت پر آپ کے قیدی دوست بھی انگشت بدندان تھے اور جیل کے داروغہ نے تمسخر کرتے ہوئے شہید محمد منتظری کو علماء میں مردِ میدان کا لقب دیا۔

آیت اللہ منتظری اور آپ کے ساتھ حوزہ کے دیگر اساتذہ و فضلاء کی گرفتاری پر حوزہ میں بے چینی پھیل گئی۔ آپ کے ساتھ گرفتار ہونے والے علماء کرام میں سے آیت اللہ ربانی شیرازی مرحوم، آیت اللہ مشکینی اور آیت اللہ جنتی وغیرہ تھے۔ حوزہ کے اساتذہ و طلباء نے مراجع کرام کے گھروں کا رُخ کیا تاکہ انہیں گرفتار شدگان کی رہائی کے کسی اقدام پر آمادہ کر سکیں۔ لہٰذا سب لوگ آیت اللہ

مرعشی نجفی کے گھر اکٹھے ہوئے اور تقریباً ایک سو ستر علماء و فضلاء کے دستخطوں سے ایک احتجاجی مراسلہ اس مضمون کے ساتھ بھیجا گیا۔

"۔۔۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ آیت اللہ منتظری کا شمار سطوح عالیہ کے مدرسین میں ہوتا ہے۔ اور اِن آخری ایام میں آپ کا درسِ خارج حوزہ علمیہ قم کے فاضل طلاب کا مرکز بن گیا ہے اور کسی مبالغہ کے بغیر اس وقت اس حوزہ علمیہ قم کے اکثر طلباء یا اس وقت ملک میں موجود مبلغین اسی عالم جلیل القدر کے شاگرد ہیں، اس کے علاوہ ستر ہزار مزارع نجف آباد کے مرجع شرعی بھی ہیں ۔۔۔"

علماء اور عوام کے اس دباؤ کے تحت حکومت آپ کو آزاد کرنے پر مجبور ہو گئی۔ لیکن آپ سے اور آیت اللہ ربانی شیرازی سے یہ کہا گیا کہ آپ حکومت کو لکھ کر دیں کہ اس کے بعد قم میں نہیں رہیں گے، لیکن آپ دونوں نے شدت سے اسے رد کر دیا چونکہ یہ حوزہ علمیہ کو علماء سے خالی کرنے کی ایک سازش تھی۔ لہٰذا آپ دونوں نے اپنی قید اور اس تجویز پر ایک اعتراض آمیز خط لکھا اور اسے جیل سے ہی ایران و عراق کے بڑے بڑے علماء ہائی کورٹ، اقوامِ متحدہ کی انسانی حقوق کمیٹی کی طرف ارسال کیا۔

آپ کا یہ خط اسلام، علماء اور ایرانی قوم پر شاہ اور امریکہ کی طرف سے کئے جانے والے مظالم پر ایک تاریخی سند تھا۔ آخر میں آپ نے اس آیت کے ساتھ خط کو تمام کیا۔

ومن نصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم

آخر کار حکومت نے بادلِ ناخواستہ علماء اور عوام کے اصرار پر آپ کو ساتھیوں سمیت آزاد کر دیا، لیکن ساتھ ہی یہ شرط بھی رکھی کہ آپ قم و تہران کی حدود سے باہر نہیں جا سکتے، جس کا مطلب یہ تھا کہ ہر روز علاقائی پولیس تھانہ قم میں اپنی موجودگی کے لئے وہاں حاضری دیں۔

دوسری جیل

ابھی آپ کی آزادی کو چند ماہ بھی نہ گذرے تھے کہ آپ نے محسوس کیا کہ اس وقت امام خمینی کے ساتھ نزدیک سے مشورہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اگرچہ یہ آپ کی قم میں جبری اقامت کے خلاف قدم تھا۔ اس کے باوجود آپ نے مخفی طور پر آبادان سے ایران، عراق سرحد عبور کی اور نجف میں امام خمینی سے جا ملے۔ چند ہفتوں بعد آپ جب خسرو آباد کے راستے واپس آرہے تھے وہیں پر آپ کو دوبارہ گرفتار کر لیا اور پھر اسی مشہور قزل قلعہ جیل میں نظر بند کر دیا گیا۔ البتہ اس مرتبہ شکنجوں کی وہ پہلی صورت نہ تھی۔ تقریباً چار ماہ بعد ہی آپ کو علماء اور عوام کے دباؤ کے پیشِ نظر آزاد کر دیا۔

پہلی جلاوطنی

ابھی آپ کی آزادی کو تین ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ حکومت نے آپ کی سرگرمیوں پر دوبارہ پابندی عائد کر دی اور اس مرتبہ آپ کو قم سے مسجدِ سلیمان کی طرف شہر بدر کر دیا گیا۔ مسجدِ سلیمان جو قم سے نو سو کلومیٹر

کے فاصلے پر جنوبی ایران میں واقع ایک شہر ہے۔ یہ تاریخی شہر اصطخر جو حضرتِ سلیمان نبیؑ نے بنایا تھا، کے قریب واقع ہے۔ مسجد سلیمان میں آپ ایک عالم کے گھر مہمان ٹھہرے لیکن آپ کا میزبان کچھ مدت بعد ہی داعی اجل کو لبیک کہہ گیا اور آپ مسجد سے منسلک ایک کمرے میں منتقل ہو گئے تاکہ نماز، تدریس اور لوگوں کے ساتھ رابطے میں آسانی ہو۔ جلاوطنیوں میں ہمیشہ سے آپ کا یہ وطیرہ تھا۔ آپ کوشش کرتے تھے کہ کسی مسجد میں نمازِ جماعت قائم کریں۔ اگرچہ ایک ہی شخص کے لئے کیوں نہ ہو، علاقے کے علماء و طلباء کو درس پڑھاتے لوگوں کو علمِ دین کی طرف رغبت دلاتے اور جو علمِ دین کے شائقین تھے اُن کی علمی تشنگی کو رفع کرتے اور اسی دوران حکومت کے خلاف آپ کی سرگرمیاں بھی جاری رہتیں۔ آپ نے علماء اور انقلابی جوانوں سے روابط قائم کرنا شروع کر دیے۔ جن لوگوں سے مل سکتے تھے اُن سے ملاقات کرتے اور باقی سے خط و کتابت ہوتی اور جو وقت باقی بچتا اُسے آپ فقہی ابحاث میں صرف کرتے۔ کتب اور دیگر مصادر جلاوطنیوں میں آپ ساتھ لے جاتے یا جیلوں میں نگہبانوں کے توسط سے آپ کو پہونچا دی جاتیں۔

موسم سرما میں مسجدِ سلیمان کی آب و ہوا معتدل تھی جیساکہ جنوب ایران کا موسم ہوتا ہے لیکن آیت اللہ منتظری نجف آباد اور ایران کے دیگر سرد اور برفانی علاقوں کو نا بھولے۔ لہٰذا آپ نے ہر سال کی طرح اس سال بھی وہیں سے مسلمین کو مخاطب ہو کر اس مضمون کا ایک خط لکھا:

"____ میرے مسلمان بھائیو! چونکہ سخت سردی کا موسم آنے والا ہے اور اس طاقت فرسا سرما کی وجہ سے کئی ناتوان اور فقیر افراد کی جان خطرے میں ہے۔ اگر اس

جان لیوا سردی میں آپ کے اور آپ کے عزیز و اقارب کے ہاتھ پاؤں ٹھٹھرتے ہیں تو یہ مناسب موقع ہے کہ ہم ان لوگوں کی فکر کریں جو ناتواں و لاغر ہیں یا موسمی خوشگواری کی بدولت کام کاج کرنے پر قادر تھے اور اب سرما کی وجہ سے مجبور ہیں۔ آپ سوچیں کہ وہ اس سردی اور فقر و تنگ دستی کے عالم میں کیا کرتے ہوں گے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ حضرات اپنے عزیز و اقارب کی امداد کا دسواں حصہ ان لوگوں کو دیتے چونکہ ان فقراء کے اطفال کی اموات کی ذمہ داری ہمارے متمول مسلمان بھائیوں پر ہے۔ ایک مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنی جسمانی سلامتی کے لئے شکرانے کے طور پر اپنے محتاج یا فقیر ہمسائے یا رشتہ داروں کی مدد کرکے اسے ضروریاتِ زندگی ایندھن اور دوائیں وغیرہ فراہم کرے۔ اس سلسلے میں آپ کو مستحب صدقات و زکوٰۃ ردِ مظالم کے علاوہ سہم امام میں سے بھی پانچواں حصہ صرف کرنے کی اجازت دیتا ہوں ـــــ"

علماء نجف آباد کے نام خط میں آپ نے لکھا

"ـــــ اگرچہ میں حوادث و اتفاقات کے سامنے تسلیم برضا الٰہی ہوں اور رہوں گا۔ لیکن نجف آباد کے فقراء کی

افسوس ناک حالت جنھیں ماہ رمضان میں کچھ مدد مل جاتی تھی مجھے سخت پریشان کیئے ہوئے ہے۔ میں اس دور افتادہ خطے سے جہاں پر ناحق بھیجا گیا ہوں آپ علماء کرام سے یہ خواہش کرتا ہوں کہ پہلے تو میرا سلامِ محبت اہالی نجف آباد اور متموّل افراد کو پہنچائیں اور پھر اُن سے یہ خواہش کریں کہ ماہِ مبارک رمضان میں اپنے محتاج اور فقیر پڑوسیوں کی مدد میں دریغ نہ کریں۔ ضمناً تمام حضرات سے دُعا کی التماس ہے۔"

والسّلام حسین علی منتظری

مسجدِ سلیمان

تیسری جیل

ابھی آیت اللہ منتظری کو قم میں پہلی جلاوطنی سے واپس آئے ہوئے چند ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ حکومت کو اپنے فیصلہ پر پشیمان ہونا پڑا۔ لہٰذا آپ کو دوبارہ گرفتار کر کے مذکورہ جیل قزل قلعہ میں بھیج دیا گیا۔ اس مرتبہ آپ پر ایک ظاہری مقدمہ بھی چلایا گیا۔ جیل میں سخت اہانت و شکنجوں کے بعد آپ پر یہ تہمت لگائی گئی کہ آپ نے ملکی امن وامان میں خلل ڈالا ہے۔ لہٰذا آپ کو تین سال قید کی سزاء سُنائی گئی بعد میں ڈیڑھ سال کم کرنیکے باوجود آپ کو دو سال بعد رہا کیا گیا۔ قید کا یہ زمانہ آپ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ درس و تدریس اور علمی ابحاث میں گزارا اور آپ کا اکثر وقت مطالعہ میں گزرتا تھا۔

دوسری جلاوطنی

جیل سے رہائی کے بعد قم میں رہنے کی اجازت اب بھی زیادہ دیر نہ مل سکی اور آپ کو نجف آباد میں جبری سکونت پر مجبور کیا گیا۔

جس طرح سے یہ فیصلہ حوزہ علمیہ کے علماء و طلباء کے لئے مایوسی اور ناامیدی کا سبب بنا اہالی نجف آباد نے اس کا اتنا ہی شان و شوکت اور جلوس کی شکل میں استقبال کیا۔ انھوں نے شکرانے کے طور پر قربانیاں ذبح کیں۔ انقلابی تحریک کے شروع ہونے کے بعد یہ سب سے زیادہ عرصہ تھا جو آپ نے نجف آباد میں گزارا آپ تقریباً تین سال تین ماہ تک رہے یہی وہ زمانہ تھا جب آپ صدائے انقلاب کو اقوامِ عالم کے کانوں تک پہونچانے کے لئے حج سے مشرف ہوئے۔ نجف آباد میں آپ کی یہ زندگی علمی، سیاسی اور اجتماعی سرگرمیوں میں گزری اِن سرگرمیوں کی کامیابی اور حکومت کی عاجزی پر اصفہان، ساواک اور تہران کے درمیان ہونے والی خط و کتابت کی اسناد بہترین شاہد ہیں۔

ایک سند میں درج ذیل عبارت ہے۔

"شخص مذکور قم میں مدرس علوم دینی ہے وہ خمینی کا سخت حامی اور اس بارے میں کافی فعال ہے۔ اس کا بیٹا بھی خمینی کے لئے سرگرمِ عمل ہونے کی بناء پر مخفی ہے۔ شخصِ مذکور کو قم میں فعالیت کی بناء پر نجف آباد اصفہان ساواک کا مدیر آپریشن لیڈر کے ساتھ شخص مذکور کے گھر میں گئے اور اسے سخت لہجے

میں دھمکی دی کہ اگر وہ اسی طرح سرگرم رہا اور ملک کے خلاف فعالیت میں مشغول رہا تو یہ خود اس کے لئے اور اس کے خاندان کے لئے سخت گراں ثابت ہوگا۔ اس نے جواب دیا چونکہ اس کے بچے قم میں پڑھ رہے ہیں اور اس کا باقی خاندان بھی وہیں پر ہے۔ لہٰذا وہ خود بھی قم جانا چاہتا ہے اور جب اس سے یہ کہا گیا کہ ہمیں تحریری طور پر ضمانت دے کہ آئندہ ملک وطن مصالح کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائے گا تو اس نے سختی سے انکار کر دیا۔ لہٰذا ساواک اصفہان شخص مذکور کی قم میں سکونت پر آپ سے یعنی مرکز سے دستور کا خواہاں ہے۔"

جواب میں مرکز نے لکھا:

"____ کسی صورت میں شخص مذکور کی قم میں سکونت سے اتفاق نہ کیا جائے بلکہ پولیس کے ذریعے اس کی کامل نگرانی کی جائے____"

تاریخ ۱۳۵۱/۵/۲۲ شمسی ہجری مرکز کے رئیس ساواک نے اصفہان ساواک کے ایک اور خط کا جواب یوں لکھا:

"____ شخص مذکور کے ماضی اس کے طرزِ تفکر اور سرگرمیوں کی بناء پر اور دوسری طرف قم شہر کے حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس کا قم میں رہنا مناسب نہیں ہے۔ لہٰذا آپ سے التماس ہے کہ اپنے پاس موجود

تمام وسائل و امکانات یا جاسوسوں اور مخبروں اور مقامی
پولیس کی مدد سے اس کی پوری نگرانی کریں، اور مرکز کو
حالات سے باخبر رکھیں ــــــ"

آیت اللہ منتظری اسی محبت اور اعتماد کی بنیاد پر جو علماء کے دلوں میں آپ کے لئے موجود تھا، علاقے میں کئی اجتماعی، علمی اور سیاسی کام کرنے میں کامیاب ہوئے۔ منجملہ حوزہ علمیہ نجف آباد کی بنیاد اور ترقی کے لئے کوششیں بیسیوں بلکہ سینکڑوں افراد کو علم دین کی رغبت دلانا ہے یا ۱۳۹۱ قمری ہجری میں آپ کے توسط سے نماز جمعہ کا قیام جو خود اپنی جگہ پر ایک بہت بڑا کارنامہ ہے چونکہ لوگ اس سے کوسوں دور تھے اور حکومت کی طرف سے بھی سخت پابندی عائد تھی۔ خاص کر اس وقت شاہی تخت کو ڈھائی ہزار سال گزر جانے کی مناسبت سے محفلیں بھی منعقد ہو رہی تھیں اور ساتھ ہی آیت اللہ منتظری نے یہ فتویٰ بھی دیا کہ جوان لڑکیوں کا ان جشنوں میں شریک ہونا شرعاً حرام ہے۔

آپ کا یہی فتویٰ سبب بنا کہ حکومت جشن و سرور کی محفلیں نجف آباد میں منعقد نہ کر سکی۔ نجف آباد کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کا آغاز حکومت کے لئے ایک سخت چیلنج تھا۔ یہ ہفتہ وار ایک احتجاجی اجتماع تھا کہ جس میں صحیح اور اصل اسلام بیان ہوتا تھا، اس کے علاوہ بعض حوادث اور واقعات کے بارے میں اسلام کا موقف بھی واضح کیا جاتا تھا۔ یہ ایک ایسا قدم تھا جس کی ایران میں مثال نہیں ملتی تھی۔ چونکہ ہر طرف شاہ اور شاہی ساواک کا منحوس سایہ منڈلا رہا تھا۔

آیت اللہ منتظری کی سرگرمیوں کو روکنے اور نماز جمعہ کو متوقف کرنے کے لئے حکومت کی دھمکیاں جب کارگر ثابت نہ ہوئیں تو شاہی حکومت نے اس کے مقابلے میں نماز جمعہ قائم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ علاقائی ادارۂ اوقاف

اور تمام حکومتی اداروں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مکمل تعاون کیا اور اس کے بعد شہر میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ نمازِ جمعہ نجف آباد کی مسجدِ بازار میں ہوگی، لوگوں کو اس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ تعلیمی اور حکومتی اداروں کو اس مقصد کے لئے خوب استعمال کیا گیا۔ اس کے مقابلے میں آیت اللہ منتظری نے اعلان کیا کہ نمازِ جمعہ شہر سے باہر ایک کھلے میدان میں قائم ہوگی۔ تاکہ دونوں نمازوں کے درمیان شرعی فاصلہ موجود رہے ضمناً اس فیصلے سے حکومت پر یہ بھی واضح کرنا تھا کہ ان کے مقابلے میں مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہے۔

بنابریں یہ نماز حکومت کے خلاف ایک احتجاجی مظاہرہ بھی تھا۔

حکومت کے کان اس وقت کھڑے ہوئے جب انھوں نے دیکھا کہ سب لوگ شہر سے باہر میدان میں نماز پڑھنے کے لئے آمادہ ہیں، اور اس طرح حکومت کی نماز شکست پڑگئی۔ حتیٰ کہ جب ان کے امام کو یہ خبر ملی کہ مسجد میں سوائے موذن کے کوئی اور نہیں ہے تو اس نے بھی مسجد آنے کی زحمت گوارا نہ کی۔

نمازِ استسقاء

لوگوں نے اس وقت آیت اللہ منتظری کی دعوت پر لبیک کہا۔

جب اصفہان کا علاقہ قحط اور خشک سالی کی زد میں تھا انسانوں کے علاوہ زراعت اور حیوانات کے لئے بھی سخت خطرہ لاحق ہوگیا تھا۔ ایک شخص کا کہنا ہے کہ آیت اللہ منتظری اس وقت اپنے والد حاج علی منتظری کے ہاں مقیم تھے وہاں پر آقائے ربّانی شیرازی بھی موجود تھے۔ انھوں نے آپ سے

کہا۔ کہ اس مشکل کا حل یہ ہے کہ آپ نماز استسقاء پڑھیں۔ بعض کہنے لگے، چونکہ شہر میں بہائی بھی موجود ہیں تو اگر خدانخواستہ ہماری دُعا مستجاب نہ ہوئی اور بارش نہ برسی تو اس سے غلط پروپگنڈہ کریں گے۔ اُنھیں اپنی تجارت اور تسلط بڑھانے کا موقع مل جائے گا۔ آیت اللہ ربانی نے کہا۔ خداوند تعالےٰ حتماً بارش برسائے گا اور یقیناً دُعا مستجاب ہوگی۔ لوگ آہستہ آہستہ نجف آباد سے یا ھمراہ آیت اللہ منتظری کی آواز پر لبیک کہنے کے لئے صحرا کی طرف چل پڑے ان میں بعض ضعیف الایمان یا حکومت کے گماشتے تمسخر اڑانے لگے۔ بعض کہنے لگے چلو چلو ابھی بارش ہوگی اور ہمارے کپڑے بھی بھیگ جائیں گے۔ آیت اللہ منتظری نے وہاں پر موجود تمام علماء اور مومنین کے ساتھ نماز پڑھی۔ بارگاہِ خداوند میں گریہ کناں ہوئے اور تضرع وزاری کرنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر بادل چھا گئے اور ایک دَم فضا تبدیل ہوگئی۔

خداوندِ تعالےٰ کے حکم سے بارش ہوگئی۔ بارش نے برسنا شروع کر دیا اور تھوڑی ہی دیر میں ہر طرف پانی ہی پانی ہو گیا۔ خدا کی اس نعمت سے انسان حیوان اور کھیت تک سیراب ہوئے۔ یہ واقعہ مسلمین کے ایمان میں تقویت اور بہائیوں کی ذلت کا سبب بنا۔

خداوندِ کریم کا اس دُعا کا مستجاب کرنا مجھے اپنے سلفِ صالح مرحوم آیت اللہ العظمیٰ سید محسن الامین کی نمازِ استسقاء یاد دلاتا ہے۔ مجھے میرے والدِ مرحوم نے بتایا کہ تقریباً ساٹھ سال پہلے جبل عامل میں قحط پڑا خشک سالی اس حد تک سخت تھی کہ لوگوں کو پینے کا پانی بھی نہ ملتا تھا۔ مومنین نے جب اس کی شکایت سید محسن امین سے کی تو آپ نے وعدہ کیا اور کہا کہ سب لوگ جمعہ کے دن تبنین اور سقراء کے درمیان سہل الخان نامی جگہ پر نمازِ استسقاء کے لئے

جمع ہو جائیں۔ یہ گرمیوں کا موسم تھا۔ تنبین کے نصاریٰ نے یہ خبر سنی تو تمسخر اڑانے لگے۔ اِن میں سے بعض نے کہا کہ اگر آپ کا یہ عالمِ دین بارش برسانے میں کامیاب ہو گیا تو ہم بھی اِس کی پیروی کریں گے۔

جمعہ کے دِن کچھ لوگ جنوبی دیہاتوں سے مقررہ جگہ "سہل الخان" میں آ گئے اور بعض سقراء کی جانب چل پڑے تاکہ سیّد مرحوم کے ساتھ جائیں۔ لہٰذا وہ گھر سے باہر اُن کا انتظار کرنے لگے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سیّد ننگے سر اور ننگے پاؤں اور عمامہ گلے میں ڈالے ہوئے آ رہے ہیں۔ لوگوں نے جب آپ کی یہ حالت دیکھی تو رونا شروع کر دیا اور اپنے خوبصورت زرق برق لباس پر کافی شرمندہ ہوئے۔ اب وہ خشوع سے نمازِ ظہر و عصر پڑھنے کے لئے "سہل الخان" کی طرف چل پڑے۔

نمازِ ظہر کے بعد خدا سے دُعائیں مانگی گئیں۔ لیکن اُن دُعاؤں نے کوئی اثر نہ دکھایا۔ آسمان میں ذرا برابر بھی تبدیلی نہ آئی۔ کچھ لوگوں نے مایوس ہو کر واپس جانا شروع کر دیا۔

"سیّد" بچے کچھے مومنین کے ساتھ عصر تک وہیں رہے۔ اُس کے بعد آپ نے سجدہ کیا اور اسے بہت طولانی کر دیا۔ سجدہ کی حالت میں آپ نے کہا۔ بارالہا میں اِس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک تو میری اور مومنین کی دُعائیں قبول نہ کرے۔ ابھی دُعا کے الفاظ ختم بھی نہ ہوئے تھے کہ یکدم فضا تبدیل ہو گئی۔ ہر طرف سیاہ بادل چھا گئے اور خدا کے حکم سے بارش نے برسنا شروع کر دیا۔ ہر طرف پانی ہی پانی ہو گیا۔ جس سے انسانوں اور حیوانوں کے علاوہ زمین بھی سیراب ہو گئی۔ سیّد اسی موسلا دھار بارش میں اپنے ساتھیوں سمیت واپس آئے۔

اس واقعہ کو دیکھ کر بعض نصاریٰ نے اپنے وعدے کے مطابق اسلام قبول کر لیا اور اکثر نے وعدہ خلافی کی۔

آیت اللہ منتظری کے خلاف حکومت نے جو حربے استعمال کئے ان میں ایک حربہ لالچ بھی تھا۔ چونکہ مشہور ہے کہ جب آپ اپنے دشمن کو زور اور دھمکی سے نہ ہٹا سکیں تو اسے لالچ دیں۔ لہٰذا حکومت نے بھی آپ کو "جامعہ اسلامی" کی سرپرستی کے لئے علاّمہ طباطبائیؒ قدس سرہ کے ساتھ کام کرنے کو کہا۔ جامعہ اسلامی ایک ثقافتی منصوبہ تھا جو شاہ نے علمی حوزات کو ختم کرنے کے لئے بنایا تھا۔

ایک دن علاّمہ طباطبائیؒ نے آپ کو بلایا اور موضوع سے باخبر کیا اور آپ کو بتایا کہ ڈاکٹر مشکواۃ نے انھیں بتایا ہے کہ وہ اس جامعہ کے متعلق فیصلے میں شاہ کے پاس حاضر تھا۔ وہاں پر سب لوگوں نے علاّمہ طباطبائیؒ کی سرپرستی کو قبول کیا۔ اس کے بعد یہ سوال اُٹھایا گیا کہ نائب رئیس کون ہونا چاہیئے، اس کے لئے کئی نام پیش کئے گئے۔ منجملہ آیت اللہ منتظری کا نام بھی تھا، اور یہ کہا کہ علاّمہ طباطبائیؒ آپ کو یہ عہدہ قبول کرنے کے لئے کہیں۔ آیت اللہ منتظری نے جب یہ دیکھا کہ یہ منصوبہ عملی ہونے کو ہے اور یہ کہ ان لوگوں نے علاّمہ طباطبائیؒ کی سادگی اور صفائے باطنی سے سوء استفادہ کیا ہے۔ لہٰذا آپ نے فرمایا:

> "میں یہ ہرگز قبول نہیں کروں گا اور آپ کو بھی چاہیئے کہ اسے قبول نہ کریں۔ یہ لوگ آپ کے نام پر حوزہ کو دبانا چاہتے ہیں اور ہم لوگوں کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں"۔

اس طرح آیت اللہ منتظری اپنی بصیرت اور منطقی فکر اور علامہ طباطبائی کے تقویٰ اور صفائے باطنی کی بناء پر اس بات میں کامیاب ہو گئے کہ علامہ کو یہ یہ منصب قبول کرنے سے باز رکھ سکیں اور اس طرح امریکی نوعیت کی جامعہ اسلامی کا یہ منصوبہ یہیں پر ختم ہو گیا۔

طاغوت کی طرف سے علمائے اسلام کے خلاف اپنائے گئے بعض دیگر اسلوب

ہم آیت اللہ منتظری اور امام خمینی کی اسلامی تحریک کے خلاف حکومت کے طریقۂ کار کو ملاحظہ کر رہے ہیں تو ہمیں چاہیئے کہ اس مسئلے کی اہمیّت کی وجہ سے اس پر مزید روشنی ڈالیں چونکہ تمام اسلامی تحریکیں چاہے وہ کسی بھی ملک میں ہوں۔ ایک نہ ایک دن ان حربوں سے دوچار ہوں گی۔ کیوں کہ منظم قسم کے یہ ہتھکنڈے جن کی پشت پناہی عالمی کفر کر رہا ہے۔ یہ مختلف ادوار میں تجربہ شدہ ہتھکنڈے ہیں جیسا کہ قولِ خداوند سے ظاہر ہے۔

مایقال لک اِلّامَا قد قیل لرّسل من قبلک

(سورہ فصّلت آیت ۴۳)

کہ جب نبیؐ کے خلاف کفّار سرگرمِ عمل ہوئے اور مختلف طریقے نبیؐ کے خلاف استعمال کرنے تو یہ فقط اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے تھے اور چونکہ آیت کریمہ میں بات زبانی دشمنی سے بڑھ کر ہے چونکہ قال فعل کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے تو اس طرح آیہ کا معنیٰ یوں ہوگا کہ "کفّار" آپ کے

ساتھ بھی وہی کچھ کرتے ہیں جو سابقہ انبیاء کے ساتھ کر چکے ہیں۔ اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ ان کے تمام حیلے گذشتہ کفار کے حیلوں کا تکرار تھے اور نبی اکرمؐ کا قول:

"ما اُوذِیَ نَبِیٌّ قط مِثْل ما اُوذِیتُ"

آپ کی مشکلات کی کمیت پر دال ہے۔ نہ کہ ان کی کیفیت پر۔ اس کے معنیٰ یہ ہوئے کسی نبی پر بھی اتنی زیادہ مصیبتیں نہ آئیں جتنی نبی اکرمؐ پر آئیں۔ اگرچہ نوعیت کے اعتبار سے یہ مصائب گذشتہ نبیوں پر گذر چکے تھے۔ بہرحال موجودہ دور میں بھی اسلامی تحریک کو دبانے کے لئے بنائے گئے۔ اسلوب اور طریقے تقریباً ایک جیسے ہیں کہ ان کے پیچھے ایک ہی ہاتھ ہے۔ وہ ہے عالمی کفر اور اسلام دشمن طاقتیں جو اسلام کے خلاف ہونے والی تمام سرگرمیوں پر نظارت رکھتی ہیں اور وہی ہیں جو ضرورت کے مطابق اسلوب سکھاتی ہیں۔

اسلامی تحریک کے خلاف سوچے سمجھے یہ منصوبے چار بڑی قسموں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے پولیس کے ذریعے دباؤ ڈالنا جس میں جیل، شکنجے، قتل، جلاوطنی، نظربندی اور دھمکیاں شامل ہیں۔

دوسرا طریقہ ذرائع ابلاغ کے توسط سے علماء پر کئی طرف سے حملے کرنا، ان کی کردار کشی کرنا تاکہ اسلامی معاشرے سے انھیں سیاسی اور معاشرتی طور پر علیحدہ کر دیا جائے۔

اور اس مقصد کی خاطر وہ علماء اور ان کے انصار کی عجیب جھوٹی اور بناوٹی تصویر پیش کرتے ہیں تاکہ لوگ ان سے متنفر ہو جائیں۔ تیسرے نمبر پر لالچ اور تطمیع ہے۔ اس مقصد کے لئے اسلامی تحریک کی بڑی بڑی شخصیات کی مخالفانہ سرگرمیوں کو معاف کر کے یا انھیں بعض منصب دے کر لالچ دیتے ہیں۔

یا بعض دنیاوی آسائش فراہم کر کے مسلمین کی نظروں میں انھیں گرا دیتے ہیں۔
جس کا ہدف یہ ہوتا ہے کہ مسلمین نظام اور حکومت کے خلاف اپنی تحریک سے مایوس ہو جائیں اور چوتھا طریقہ اسلامی تحریک کے اندر داخلی اختلافات ایجاد کرنا اور انھیں ہوا دینا ہے یا کسی ایسے گروہ کو اسلامی حرکت کے خلاف اکسانا جو ان کے ساتھ مقابلہ کر سکتا ہو اس کیلئے خصوصاً وہ ایسے گروہوں سے استفادہ کرتے ہیں جو معتمدین اور متدین ہوں۔ ظلم و جور کے خلاف ساکت و جامد بیٹھے ہوں یا اندر سے حکومت کے ساتھ ملے ہوئے ہوں۔

تیسری جلاوطنی

حکومت نے امام اور آپ کی انقلابی تحریک کے خلاف فضا کو مسکدر کر کے پھر اس فرصت کو غنیمت جانا۔ لہٰذا کئی بڑے بڑے علماء کو گرفتار کر لیا گیا جن میں آیت اللہ منتظری نمایاں تھے۔ آپ کو آدھی رات کو نجف آباد میں اپنے گھر سے گرفتار کیا گیا۔ آپ کے ساتھ آیت اللہ مشکینی، آیت اللہ ربّانی شیرازی اور کئی دوسرے علماء کو بھی پکڑ لیا گیا۔ وہاں کمیونسٹ کے جرم پر گرفتار کیا گیا اور یہ کہ علماء اور حوزہ کی دیرینہ خواہش یہی تھی۔ کہ ان لوگوں کو پکڑا جائے۔

اس مرتبہ حکومت نے آپ کی جلاوطنی کے لئے طبس کا معروف صحرا منتخب کیا۔ ساواک کے مرکزی دفتر سے شعبہ مشہد کو پیغام ملا، شخصِ مذکور انتہا پسند اور خمینی کا سخت حامی ہے۔ قم کی امن کمیٹی کے فیصلے کے مطابق اِسے تین سال کے لئے طبس بھیجا جا رہا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا توجہ رہے کہ یہ بیٹھنے

والا اور پرسکون زندگی گذارنے والا آدمی نہیں ہے۔ ممکن ہے علاقے سے مخفی طور پر نکل جائے۔ لہٰذا اس پر کڑی نظر رکھی جائے۔ علاقائی فوجی اداروں سے تعاون حاصل کیا جائے۔ باقی ہدایات بعد میں پہونچادی جائیں گی۔ طبس کا یہ شہر جو صحرا کویر یا صحرائے طبس میں واقع ہے۔ تہران سے تقریباً ایک ہزار کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں پر امریکی فوجوں نے ملائکہ سے شکست کھائی تھی۔ اب اس غریب جلاوطن کو جو حکومت کی نگرانی میں تھا۔ جس کے ساتھ لوگوں کو ملنے سے منع کیا گیا تھا۔ ایک مسجد ڈھونڈ ناتھی۔ جس میں نماز پڑھیں اور لوگوں کو تفسیرِ قرآن کا درس دیں۔ جس میں علماء اور طلباء کی تربیت کریں۔

اگرچہ یہ کام بہت مشکل تھا لیکن لطف خدا ہر وقت شاملِ حال رہا۔ اور ویسے بھی معروف ہے کہ مردوں کی ہمتوں سے پہاڑ سرک جاتا ہے۔ ابتدائی ایام میں آپ عادت کے مطابق ظہر و عصر کے بعد شہر کی سڑکوں پر چہل قدمی کے لئے نکلتے۔ آپ شہر میں جاتے اور اپنی ضروریاتِ زندگی خریدتے اور دکانداروں سے گفتگو کرتے۔ اس کے علاوہ آپ باغوں میں جوانوں کے پاس جاتے اور ان سے بات چیت کرتے۔ یہ لوگ آپ کی اس سادگی تواضع اور اس سیاسی اور علمی بصیرت پر حیران رہ جاتے اس وقت وہاں پر کوئی مسجد خالی نہ تھی البتہ ایک مسجد ایسی تھی جس میں صرف ظہرین اور مغربین کی نماز پڑھائی جاتی۔ آپ نے وہاں پر صبح کی نماز پڑھانا شروع کر دی۔ البتہ اس میں صرف چند مسجد کے پڑوسی آتے تھے۔ آپ نماز کے بعد انھیں درس تفسیرِ قرآن دیتے تھے۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے میں اِس جلا وطنِ روحانی کے اعجاب انگیز تواضع اور سادگی زبان زد خاص و عام ہوگئی۔ طبس کے بڑے بڑے علماء جنھیں لوگ جانتے تھے وہاں آپ سے ملنے آئے۔ انھوں نے لوگوں سے کہا، اس روحانی عظیم سے استفادہ کریں۔ بنابریں لوگوں نے

آپ کے پیچھے نماز پڑھنا شروع کر دی یا دوسری مساجد میں نماز پڑھ کر آپ کے درس میں شریک ہو جاتے۔ لوگوں کا یہ استقبال بڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ انھوں نے حکومت کی دھمکیوں کی بھی پرواہ نہ کی اور اس طرح علماء اور طلباء آپ کے دستِ مبارک سے فیضیاب ہونا شروع ہو گئے۔ ابھی طبس میں کچھ مدت ہی گذری تھی کہ آپ نے وہاں کے علماء اور عوام کو نمازِ جمعہ قائم کرنے پر راضی کر لیا۔ اس کا اعلان ہوتے ہی شہر کی حالت بدل گئی۔ علاقائی حکومت کا قلق بڑھ گیا۔ لہٰذا انھوں نے دارالخلافہ کے مرکز کو لکھا کہ اس صورتِ حال کا تدارک کیا جائے کہ جتنا جلدی ہو سکے آپ کو طبس سے باہر نکالا جائے۔ رمضان ۱۳۹۳ھ قمری ہجری میں عرب اسرائیل جنگ میں عربوں کو جزوی کامیابی حاصل ہوئی۔ اس سے آیت اللہ منتظری کو بہت خوشی ہوئی چنانچہ آپ نے اپنے مقتدیوں کے سامنے اس فتح کا اعلان کر دیا اور اسرائیل و امریکہ پر مسلمین کی نصرت کی دعائیں مانگیں۔ آپ عرب رؤساء کو مبارکباد اور تہنیت کا ایک تار دینے میں بھی کامیاب ہو گئے۔ چونکہ یہ تار انگریزی زبان میں تھا۔ لہٰذا ڈاکیہ اور ساواک اس موضوع کی طرف متوجہ نہ ہو سکے۔ طبس سے آپ نے ”شہید جاوید“ نامی کتاب کے بارے میں علماء اور طلباء کو ایک خط لکھا کیوں کہ حکومت نے کتابِ مذکور کو علمی حوزات میں ایک فتنہ بنا کر کھڑا کر دیا تھا۔ شاہی حکومت اس مسئلے کو دن بدن بڑھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

آپ نے اس بیان میں فرمایا کہ میں اس دور افتادہ مقام سے اپنے شرعی وظیفہ کی بناء پر آپ آیاتِ عظام علماء اعلام اور طلباء کرام سے یہ خواہش کرتا ہوں کہ اپنے نفوس کا محاسبہ کریں اور مخفی حیلوں اور ہتھکنڈوں سے ہوشیار رہیں۔ استعمار اور اسلام دشمن عناصر ہمیں آپس میں مشغول رکھنا چاہتے ہیں اگر

یہ تمام صلاحیت ایک ہو جائے تو قوم کی ایک واضح اکثریت اس کی تائید کرسکے گی۔ بجائے اس کے کہ یہ دشمن کے مقابلے میں ایک محاذ ہو اور غیر محسوس طریقوں سے اسے کمزور کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور اسے بے اثر کیا جارہا ہے۔ آئے دن داخل و خارج میں نت نئے مسائل کھڑے کئے جارہے ہیں اور جھوٹی داستانیں زبانوں کا ورد بن چکی ہیں۔ کچھ افراد پر تہمتوں کا پلندہ لگایا جارہا ہے اور پھر اس سازش کو حوزہ ہائے علمیہ تک کھینچ کر لایا جاتا ہے۔ علمی مراکز میں اس پر بحث و تمحیص ہوتی ہے۔ لعن طعن کے علاوہ بسا اوقات ہاتھا پائی تک نوبت پہونچ جاتی ہے۔ جیسا کہ آخری ایام میں قم، تہران، مشہد اور اصفہان وغیرہ میں ہوا ہے۔ بعض فاضل علماء پر سنّی اور وہابی ہونے کی تہمت لگائی ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ آپ محترم آقایاں اپنے حاشیہ بردار اور حواریوں پر نظر رکھتے، بسا ان جاہل اور سادہ لوح افراد کے علاوہ کچھ خود غرض یا وابستہ افراد موجود ہوں جو بعض افراد کے ساتھ اپنے ذاتی عناد کی آتش غضب بجھاتے ہوں لیکن باکمال تاسف بعض محترم حضرات اپنے گھر میں بیٹھے ہیں اور یہاں تک خبر نہیں رکھتے کہ ان کی تحریروں سے کس قدر غلط فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور ان کے اس حال سے حفظ دین ولایت کے نام پر کیا فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ کتنے جرائم کا ارتکاب کیا جا چکا ہے۔

اللھم فان کانوا اھلاً للھدایہ فاھد!

ھم والا فاخزلھم لما یخذلون الدین باسم

الدین۔

جیسا کہ نہج البلاغہ کے خطبہ نمبر ۱۴۱ میں امیرالمومنین نے فرمایا۔

اے لوگو، اگر تمہیں اپنے کسی بھائی کی دینداری کی

پختگی اور طور طریقوں کی درستگی کا علم ہو تو پھر اس

کے بارے میں افواہوں پر کان نہ دھرو۔ دیکھو کبھی
تیر چلانے والا، تیر چلاتا ہے اور اتفاق سے تیر خطا کر
جاتا ہے اور بات ذرا سی دیر میں اِدھر سے اُدھر ہو جاتی
ہے اور جو غلط بات ہو گی وہ خود ہی نیست و نابود ہو
جائے گی۔ اللہ ہر چیز کا سُننے والا اور ہر چیز کی خبر
رکھنے والا ہے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ سچ اور جھوٹ
میں صرف چار انگلیوں کا فاصلہ ہے۔ جب آپؑ سے
اس کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے اپنی انگلیوں کو
اٹھا کر کان اور آنکھ کے درمیان رکھا اور فرمایا جھوٹ
وہ ہے جیسے تم کہو کہ میں نے سُنا ہے اور سچ وہ
ہے، جیسے تم کہو کہ میں نے دیکھا ہے۔

طبس سے آپ نے تہرانِ ہائی کورٹ کو ایک دفاعی نوٹس بھیجا جس میں آپ نے طبس کی طرف اپنی شہر بدری پر اعتراض کیا جو تین صفحات پر مشتمل تھا۔ اِس شدید اللحن قانونی نوٹس میں آپ نے قاضیوں کو خدا اور آخرت کی یاد دلائی اُنھیں مقامِ قضاوت کی حفاظت اور استقلال کی طرف متوجہ کیا۔ نیز یہ بھی اشارہ کیا کہ مقامِ قضاوت میں کسی کے آلہ کار نہ بنیں، لیکن طبس میں آپ کی تین سالہ جلاوطنی جو کہ ایک سال میں بدل گئی تو اُس کی وجہ یہ نوٹس نہ تھا۔ بلکہ طبس ساواک کے اصرار پر اور طبس کے ڈپٹی کمشنر کے کہنے پر یہ فیصلہ کیا گیا پولیس ہیڈ کوارٹر سے ساواک ہیڈ کوارٹر کی طرف لکھے ہوئے ایک خط کا مضمون اس کا شاہد ہے۔

"شخص مذکور جو قم امن کمیٹی کی طرف سے تین
سال کے لئے طبس شہر کی طرف جلاوطن کیا گیا تھا۔ اپنے

محل پر پہونچا دیا گیا ہے ابھی تک مختلف شہروں سے
خصوصاً قم، اصفہان، یزد اور نجف آباد اور خود طبس
سے چار سو تیس افراد موصوف سے ملنے طبس آئے تھے
اور چونکہ اہالی طبس انتہائی متدین اور روحانیت کے
معتقد ہیں۔ لہٰذا ملاقات کرنے والے روحانیوں کے
ساتھ بہت محرکانہ سلوک کرتے ہیں اور شخص مذکور
جب طبس میں رہے، انھیں تمام لوازماتِ زندگی فراہم
کرتے ہیں۔ شخصِ مذکور جب ۱۳۵۲ھ شمسی کو بعض
تحقیقات کے لئے خراسان ساواک کی طرف بھیجا گیا تو
اگرچہ یہ کام بہت مخفیانہ طور پر انجام دیا گیا اس کے
باوجود جب شخصِ مذکور کو واپس طبس لایا گیا تو اُن کے
ہمسایوں نے جو نیک نام اور وطن پرست افراد ہیں قربانی
کے چند دنبے ذبح کیئے۔ چونکہ اہالی طبس کے معاشی
حالات انتہائی پتلے اور درآمد بہت کم ہے اور شیخ
حسین علی منتظری نے وہ رقم سہمِ امام جو ملاقات کرنے
والے افراد اُس کے لئے لاتے ہیں اس سے لوگوں کے
مختلف طبقوں میں تقسیم کر کے انھیں اپنا ہمنوا بنا لیا ہے
یہی وجہ ہے کہ علاقے کے بعض روحانی جو پہلے قومی
تہواروں میں شرکت کرتے تھے آج کل نظر نہیں
آتے۔ بنابریں آپ سے گذارش ہے کہ دستور فرمائیں
تاکہ شخصِ مذکور اپنی بقیہ سزاء گذارنے کے لئے کسی

اور جگہ منتقل کیا جائے اور نتیجے سے پولیس ہیڈ کوارٹر
کو آگاہ کیا جائے۔
اسی طرح قم ساواک کی طرف سے ساواک کے مرکزی دفتر کو اس مضمون کے ساتھ مراسلہ روانہ کیا گیا۔

"ان آخری دنوں میں طبس شہر کے ضلعی انتظامی دفتر سے قم کے ضلعی انتظامی دفتر کو ایک خط ارسال کیا گیا ہے جس میں خراسان کی صوبائی حکومت سے شخصِ مذکور کے محلِ سکونت کی تبدیلی کا تقاضہ تھا اور انھوں نے وہاں کے سادہ لوح لوگوں میں فردِ مذکور کے نفوذ کے پیشِ نظر اس کا وہاں رکھنا مناسب نہیں سمجھا، قم کی ضلعی انتظامیہ کے دفتر نے بھی شخصِ مذکور کے محلِ سکونت کو تبدیل کرنے کا تقاضہ کیا ہے۔ نامہ مذکور بھی ساتھ ہی ارسال کیا جاتا ہے۔ آپ سے گذارش ہے کہ شخصِ مذکور کے لئے مناسب محلِ سکونت تلاش کرنے کے بارے میں حکم صادر فرمائیں تاکہ قم ضلعی دفتر کو جواب دیا جا سکے۔

جو کچھ ذکر ہوا ہے اس کے مطابق آیت اللہ منتظری کو جب مشہد تحقیق کے لئے لے جایا گیا تو وہاں کے مومنین نے آپ کی رہائی کے لئے مظاہرہ کیا کیوں کہ وہاں پر آپ کو قیدی کی حیثیت سے لے گئے تھے۔ لہٰذا مجبوراً حکومت آپ کو تین دن بعد طبس واپس لے آئی۔ اور پھر طبس سے ایک ایسے علاقے میں آپ کو جلاوطن کرنے کا منصوبہ بنایا گیا جس میں ظاہراً آپ کسی قسم کی فعالیت

نہ کر سکیں اس مقصد کے لئے خلخال کا انتخاب کیا گیا۔ چونکہ وہاں کے اہالی ترکی بولتے ہیں اور سوائے چند محدود افراد کے کوئی بھی اچھی طرح سے فارسی نہیں سمجھ سکتا تھا۔

چوتھی جلاوطنی

خلخال میں۔ جو صوبہ آذربائیجان مشرق میں تہران سے چار سو کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے آیت اللہ منتظری نے ایک متوسط درجے کا مکان کرائے پر لیا، لیکن ساواک نے بالمقابل والے گھر کے مالک کو مجبور کیا کہ وہ ایک کمرہ دوسری منزل پر ایک ساواکی عورت کو کرائے پر دے تاکہ وہ آپ کی حرکات و سکنات کی نگرانی کر سکے۔ اور آپ سے ملنے والوں کی سراغ رسانی کر سکے۔

خلخال کی برف اور جان لیوا سردی آپ کی فعالیت کے مانع نہ بن سکی۔ آپ مسلسل علماء سے ملتے رہے، خلخال کے گلی کوچوں کو رونق بخشی آپ نے مسجد میں آنے والے چند متدین افراد سے بھی رابطہ قائم کیا۔ حتیٰ کہ ایک جدید مسجد ڈھونڈ لی جو ایک کمیٹی کے زیرِ نظر تھی۔ آپ نے اُس میں اکیلے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ اہل منطقہ تو آپ کو جانتے نہ تھے۔

دوسری طرف سے حکومت کی بھی کڑی نظر تھی۔ مسجد کے نوساختہ ہونے کی وجہ سے آپ نے صرف ایک آدمی کے ساتھ نمازِ جماعت کی ادائیگی باقاعدگی سے شروع کر دی۔ اور اس طرح ایک ایک کر کے افراد کی تعدادِ میں اضافہ ہوتا رہا۔ آپ نے نماز کے بعد درس تفسیرِ قرآن بھی شروع کر دیا۔ وہ متدین افراد جو فارسی بھی جانتے تھے آپ کے درس کی طرف مائل ہوئے اور دوسروں کو بھی آگاہ کیا۔ اس سلسلے میں علماء خلخال کا موقف جس میں آیت اللہ خلخالی بھی پیش پیش

تھے۔ انتہائی مؤثر تھا جس میں انھوں نے لوگوں کو آپ کے پاس آنے اور علمی استفادہ کرنے کی ترغیب دلائی آیت اللہ منتظری کی نماز سے مسجد نے جب آباد ہونا شروع کیا اور علماء و طلباء نے آپ سے علمی استفادہ شروع کیا تو حکومت نے آپ کی نماز اور سرگرمیوں پر پابندی عائد کردی۔ حکومت نے مسجد کمیٹی کو بلا کر ڈرایا دھمکایا اور حکم دیا کہ آپ کو مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کریں۔ اور ساتھ ہی تاکید کی کہ اپنی طرف سے بات کریں۔ جب وہ لوگ آپ کے پاس اس مقصد کے لئے آئے تو آپ نے فوراً ہی اُن سے پوچھا۔ آپ سے کس نے کہا۔ بعض نے کہا پولیس افسر نے۔

آپ نے فرمایا، آپ حضرات نے یہ مسجد خدا کے لئے بنائی ہے یا پولیس افسر کے لئے، کل خدا کو قیامت کے دِن کیا منہ دکھاؤ گے۔ جب وہ آپ سے پوچھے گا مسجد بنا کر نماز کیوں نہ پڑھنے دی، کیوں قولِ حق سے منع کیا اور ایک فاسد شخص کی اطاعت کی اور ایک شخص کو مسجد سے باہر نکال کیا۔ جو نماز پڑھتا اور درس قرآن دیتا تھا۔ اس منطق کے سامنے کمیٹی کے اعضاء بہت شرمندہ ہوئے اپنے سَر نیچے جھکا لیئے اور واپس پولیس افسر کے پاس جاکر کہنے لگے۔

ہم انھیں نکالنے پر قادر نہیں ہیں اور اُن سے بات نہیں کرسکتے۔ یہ بات ہمارے ہاتھوں میں نہیں بلکہ نمازیوں کے ہاتھوں میں ہے۔

پولیس افسر نے ایک آدمی کے ذریعے آیت اللہ منتظری کو بلا بھیجا۔

آپ نے جواب دیا۔

جس کو مجھ سے کام ہے یہاں آجائے۔

حکومت نماز روکنے کے لئے تشدد پر اُتر آئی۔ پولیس کے ذریعے مسجد کا محاصرہ کر لیا گیا۔ نمازیوں کو ڈرایا دھمکایا گیا اور اس طرح مسجد کو خالی کرانے

کے مقصد میں کامیاب ہوگئی۔ آیت اللہ منتظری نے دوبارہ اکیلے نماز شروع کی لیکن یہ صورتِ حال زیادہ دیر باقی نہ رہی اور علمائے خلخال بڑے عزم کے ساتھ آپ کے ساتھ ہو گئے۔ وہ مسجد میں آئے اور آپ کے پیچھے نماز پڑھی اور لوگوں کو حکومت کی مخالفت اور آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کی ہدایت دی۔

آیت اللہ منتظری نے ان بے چارے پولیس والوں پر بھی جوان کے گھر اور مسجد کی نگرانی کر رہے تھے گہرا اثر ڈالا۔ بعض پولیس والے بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھنے لگے۔ اور نمازیوں کی نگرانی کرنے میں تامل اور سستی سے کام لینے لگے۔ ایک دفعہ پھر آپ کے درس و نماز میں رونق آگئی اور مسجد لوگوں سے بھر گئی۔ مقامی حکومت نے مسجد پر عدم تسلط کی بناء پر مرکز کو لکھا کہ:

"آیت اللہ منتظری کو خلخال سے کہیں اور بھیجا جائے۔"

جیسا کہ ایک سند میں آیا ہے۔

" قم ساواک کے رئیس جناب معینی نے اظہار کیا ہے کہ مرکزی ساواک سے حاصل شدہ احکامات کے مطابق موصوف کا خلخال میں رہنا اجتماعی مصلحت کے خلاف ہے۔ علاقہ میں امن و امان کے پیشِ نظر ضروری ہے کہ شخصِ مذکور جتنا جلدی ہوسکے سقر شہر منتقل کیا جائے جو مذہبی لحاظ سے ایک مناسب علاقہ ہے۔

قم کی امنِ عامہ کمیٹی نے رئیس ساواک کے اظہارات کے پیشِ نظر آقائے منتظری کی خلخال سے سقر شہر میں سکونت سے اتفاق کیا۔ خلخال سے آیت اللہ منتظری نے وزیرِ انصاف اٹارنی جنرل ہائی کورٹ اور خلخال ڈپٹی کمشنر

کو ایک کھلا خط بھیجا۔ جس میں آپ سے پوچھے بغیر آپ کی محلِ سکونت کی تبدیلی پر اعتراض کیا۔ آپ کا یہ احتجاجی مراسلہ سب کے لئے ایک نمونہ ہے۔ مومنین اور علماء کو آپ کے اس قوی منطق کی پیروی کرنا چاہیئے۔ اس مراسلہ میں آپ نے فرمایا:

"آپ حضرات ہر سال جو شہنشاہیت مشروطہ کے سلسلے میں (ایسی شہنشاہی حکومت جس میں قانون کی بھی شرط ہو) ریڈیو، ٹی وی اور اخباروں میں آتشیں خطبے نشر کرتے۔ آپ لوگ جو عدالت قانون اور جمہوریت کا دم بھرتے ہیں تو کم از کم اپنے بنائے ہوئے قوانین پر خود عمل کیوں نہیں کرتے۔"

اوّل: جبری سکونت کے لئے پولیس محافظین کے نرغے میں نہیں روانہ کیا جاتا۔

دوم: جلاوطنی میں پولیس کی نگرانی نہیں ہوتی۔ یعنی اس کا گھر اس کے لئے جیل خانہ نہیں بنایا جاتا۔

سوم: عدالت کو فوراً مقدمہ کی پیروی کرنا چاہیئے۔

چہارم: محلِ سکونت میں تبدیلی عدالت کے حکم سے اور پیشگی اطلاع کے بعد ہونا چاہیئے۔ جناب وزیر انصاف آپ کی وزارت کے دور میں تو عدالتوں کی آبرو ریزی ہو گئی ہے۔ اس سے پہلے عدالتیں پھر بھی کچھ مستقل تھیں۔ اور لوگوں کو ان سے امید تھی لیکن ابھی صرف ایک ساواکی کی مخبری پر قم سے پچیس علماء اور حوزہ علمیہ قم کے

مدرسین کو گرفتار کرنے کے بعد دور دراز مقامات پر منتقل کر دیا جاتا ہے اور جب ان حضرات نے اعتراض کیا اور مقدمہ کی فائیل مرکزی عدالت میں بھیجی گئی تو ایک سال کی تاخیر اور اِدھر اُدھر کے چکر لگانے کے بعد ابھی تک عدالت بعض افراد کے متعلق خاموش ہے اور بعض دیگر کے بارے میں بجائے اس کے کہ ساواک قم سے کسی دلیل یا علّت کا مطالبہ کریں فیصلہ سنایا جاتا ہے اگر عدلِ خدا اور قیامت سے نہیں ڈرتے تو کم ازکم مقامِ عدالت کا خیال رکھیں۔ کیا ایک لقمہ نان کے لئے یہ سب خاموشی اور بے وجدانی ہے بالآخرہ خلخال کی سردا ور بر فانی ہوا کسی طرح بھی میرے مزاج کے لئے سازگار نہیں مگر یہ کہ آپ لوگوں نے مجھے اذیت دینے یا میری نابودی کا تہیہ کیا ہوا ہو لیکن مجھے اس راہ میں نابود ہونے سے کوئی خوف نہیں ہے۔ کم ازکم یہ فسادات تو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھوں گا۔ اور جان لو میرا خون آپ کی گردنوں پر ہوگا۔

فسیعلمون الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

حسین علی منتظری

پانچویں شہر بدری

آیت اللہ منتظری کی آخری جلاوطنی کا مرحلہ سقر نامی شہر تھا۔ ایران عراق سرحد کے درمیان کردستان میں واقع یہ ایک کوہستانی علاقہ ہے۔ جہاں موسم سرما میں بہت سخت سردی پڑتی ہے۔ وسائل زندگی کی ویسے بھی کمی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اہالی کردستان کُردی زبان بولتے ہیں اور سوائے محدود افراد کے کوئی بھی فارسی نہیں سمجھتا لیکن یہ تمام مشکلات و موانع کبھی بھی اس مجاہدِ فقیہہ کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکیں۔ وہ حجاج کے سفرِ حج سے واپسی کا زمانہ تھا۔ آپ نے سقر کے علماء و حجاج سے ملاقات کی تاکہ تمام مسلمانوں سے دلی ہمبستگی کا ثبوت پیش کر سکیں، وہ آپ کے اس برادرانہ رویہ سے بہت متاثر ہوئے اور آپ سے شدید محبّت کرنے لگے، آپ نے وہاں ایک شیعوں کی خالی مسجد تلاش کی، جو فارسی سمجھتے تھے۔

"۔۔۔ تبریز دانش گاہ کے ایک طالبِ علم کا کہنا ہے کہ ہم تبریز یونیورسٹی کے کچھ لڑکے آپ سے ملنے سقر گئے تو وہاں ہماری رہنمائی ایک مسجد کی طرف کی گئی جسے مسجدِ حسینی کہا جاتا ہے۔ جب ہم وہاں پہونچے تو دیکھا کہ آپ چند افراد کو درس دے رہے ہیں، اور آپ ان کے سامنے اس آیتِ کریمہ کی تشریح کر رہے تھے۔"

فقاتلوا ائمۃ الکفر

اور اُسے موجودہ عالمی کفر کے سربراہوں اور ان کے

عوامل پر تطبیق کر رہے تھے۔ جمعہ کے دن مسجد میں ہم صرف پانچ مقتدی تھے۔ آپ نے انتہائی سادگی سے مجھے کہا:

میرے بیٹے احمد کو بھی بلانا تاکہ مسافرین کے علاوہ ہم سات آدمی ہو جائیں اور نمازِ جمعہ قائم کی جائے۔

ہم نے آپ کی اقتدا میں نمازِ جمعہ ادا کی اور اپنے خطبے میں یونیورسٹی کی حالت اور طلباء کی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالی۔

آیت اللہ منتظری کی جلا وطنی کے اس مرحلہ میں انقلابی تحریک اپنے زوروں پر تھی۔ اب یہ حرکت ایرانی قوم تک پھیل چکی تھی۔ لہٰذا حکومت نے امام کے شاگردوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا، جن میں آیت اللہ منتظری سب سے نمایاں تھے۔ جیسا کہ ساواک کی ایک سند سے ظاہر ہے۔

"شخصِ مذکور جو انتہا پسند روحانی ہے۔ خمینی کا طرفدار اور حامی ہے۔ قم میں امن عامہ کو درہم برہم کرنے لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف اکسانے میں اُن کا ہاتھ رہا ہے اس لئے محکمۂ امنِ عامہ کے فیصلے کے مطابق تین سال تک طبس میں جبری سکونت کی سزاء سنائی گئی اور بعد میں اس کی درخواست پر نظرِ ثانی کر کے اسے خلخال بھیج دیا۔ چونکہ یہ ایک فتنہ گر عنصر ہے اور اہالیٔ خلخال کا مذہبی تعصب اس کی فتنہ گرانہ سرگرمیوں کے لئے انتہائی موزوں تھا چونکہ

مشار الیہ لوگوں کو اکساتے اور غلط تبلیغات کرنے کے لئے کوئی بھی فرصت ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ لہٰذا خلخال سے پولیس کی معیت میں اسے سقر روانہ کردیا گیا اور ابھی ساواک کردستان نے یہ خبر دی ہے کہ چونکہ مختلف شہروں سے بہت سے افراد حالات کا جائزہ لینے کے لئے شخصِ مذکور سے ملنے سقر آتے ہیں لہٰذا احتمالی خطرات کے پیشِ نظر اور حفظِ ماتقدم کے تحت ساواک سقر کو یہ حکم دیا جائے کہ صرف اس کے انتہائی قریبی رشتہ داروں کو ملاقات کی اجازت دی جائے۔

۱۳۵۴ھ شمسی ہجری مدرسہ فیضیہ پر شاہی گماشتوں کے حملے کے بعد حکومت کو علماء پر دباؤ ڈالنے کے لئے ایک نیا موقع ہاتھ آیا۔ لہٰذا وسیع پیمانے پر امام کے شاگردوں اور انصاروں کی گرفتاریاں شروع ہو گئیں۔ جن میں آیت اللہ منتظری اور آیت اللہ ربانی شیرازی نمایاں شخصیات تھیں۔

چوتھی جیل

۵۴/۴/۴ ہجری شمسی کو سقر سے آیت اللہ منتظری کو گرفتار کر کے جیل ایوین میں ڈال دیا گیا۔ ابتداء میں آپ کو چھ مہینے تک انفرادی کوٹھری میں بند رکھا گیا پھر ایک ظاہری مقدمہ چلا کر آپ کو دس سال قید کی سزاء سنائی گئی اور آپ پر یہ تہمت لگائی گئی کہ آپ قیدیوں کے خاندان کی مدد کرتے ہیں۔ اسلامی حرکت میں سرگرم اور حکومت کے خلاف فعالیت کرتے رہے ہیں۔ اس کے بعد

آپ کو جب عادی جیل میں منتقل کیا گیا تو آپ کو دوسری شخصیات اور قیدیوں سے ملنے کا موقع مل گیا۔ آپ کے پیروکاروں نے آپ کو کتب اور دیگر مواد فراہم کر دیا اور اس طرح آپ بحث و تمحیص و درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ آپ کی قید کا یہ زمانہ انقلابی حرکت کے عروج تک جاری رہا۔ اب سیاسی قیدیوں کی رہائی ایک قومی شعار کا رنگ اختیار کر گئی۔ جن میں آیت اللہ منتظری و آیت اللہ طالقانی کے نام نمایاں تھے۔ سب سے پہلے سیاسی قیدیوں کی رہائی کے لئے جو قدم اٹھایا گیا وہ بیرونِ ملک میں مقیم علماء و طلباء کی طرف سے تھا۔ فرانس کے ایک کلیسا میں ایک ہفتہ تک بھوک ہڑتال کی گئی جس کا انتظام شہید محمد منتظری وغیرہ نے کیا تھا۔ اس مظاہرہ میں سیاسی قیدیوں کی حالاتِ زندگی بھی چھاپ کر تقسیم کئے گئے اور قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ شدت سے کیا گیا۔ جن میں آیت اللہ منتظری اور آیت اللہ طالقانی کے نام سرِ فہرست تھے اس کے علاوہ تظاہرات بھی مؤثر تھے جو تہران میں حرم شاہ عبد العظیم وغیرہ میں کئے گئے۔ قم اور تہران کے مبارزے اور علماء کے بیانات کا بھی اس میں کافی دخل تھا۔ جب آپ کی رہائی کا مسئلہ ایک قومی نعرہ بن گیا اور پورے ایران میں مظاہرے شروع ہو گئے اس وقت محرم الحرام ۱۳۹۸ھ قمری شمسی کا زمانہ تھا لیکن شاہی حکومت نے آپ کو شوال میں آزاد کیا وہ بھی اس وقت جب انقلابی تحریک نے زور پکڑنا شروع کر دیا۔ لہٰذا حکومت نے عوام کے غم و غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ان کے بعض مطالبات قبول کر لئے اور ساتھ ہی بعض اصلاحات اور حکومت کی تبدیلی کے متعلق بھی وعدے کئے۔

جس میں تقویٰ ہو خدا اسی کو کامیاب کرتا ہے

ایرانی قوم کے لئے بالعموم اور اہالی قم کے لئے بالخصوص یہ دن بہت خوشی کا دن تھا جب اہلیان قم دو لاکھ کی تعداد میں اپنے مجاہد فقیہہ کے استقبال کے لئے نکلے۔ وہ فقیہہ جس نے آزادی کے بعد اپنی پہلی تقریر میں یوں خطاب کیا۔

" میں ایرانی مسلم قوم کی قربانیوں کا مرہون منت ہوں۔ میں بھی انہی ناحق مقید افراد میں سے تھا میں اور میرے تمام قیدی ساتھی اپنی قوم کی اس عظیم تحریک کا ساتھ دیتے رہیں گے۔ میں اس وقت ان قیدیوں کے لئے پریشان ہوں جو ابھی تک جیل میں ہیں ان میں اکثر طاقت فرسا شکنجوں کے نیچے انتہائی نازک جسمانی حالت میں زندگی گذار رہے ہیں۔ یہ تمام قیدی جو حکومت کے بقول سیاسی مجرم ہیں آزاد ہونا چاہئیں۔ کل رات میں نے انھیں روتی آنکھوں سے خدا حافظ کہا۔"

اسی طرح یہ عظیم مجاہد اپنی قیام گاہ یعنی قم مقدسہ میں آٹھہرا۔ قم میں آنے کے بعد امام خمینی کی طرف سے اس آزادی پر تہنیت کا ایک پیغام بھی آپ کو موصول ہوا جس میں امام خمینی نے پہلوی حکومت کے مظالم کا ذکر کرنے کے بعد جہاد جاری رکھنے کی تاکید فرمائی۔ آپ کی آزادی اور امام کی ایران میں تشریف

آوری کے درمیان ۱۸۴ دن کے فاصلے میں کئی بڑے بڑے واقعات پیش آئے۔ اس عرصہ میں آپ نے امام کے ساتھ خط وکتابت اور ٹیلی فون کے ذریعے مسلسل رابطہ قائم رکھا۔ اسی دوران آپ امام کی زیارت کے لئے پیرس بھی گئے اور دو ہفتوں کے بعد واپس آ گئے۔ تاکہ امام کی تشریف آوری کے لئے زیادہ میدان ہموار کر سکیں۔ آپ تہران یونیورسٹی کی اس قومی ہڑتال میں شریک ہوئے جو بختیار کی کٹھ پتلی حکومت پر دباؤ ڈالنے کے لئے کی گئی تھی اور جس نے اسے مجبور کر دیا تھا کہ وہ امام کی اپنی قوم میں واپسی کو قبول کرے وہ قوم جس کا دل کبھی بھی امام سے جدا نہ ہو۔

آپ کے ساتھ علمائے کرام کی علمی نشست

۳

فصلِ سوئم

آیت اللہ منتظری کا فقہی اسلوب

آیت اللہ منتظری کا فقہی اسلوب

ہمارے فقہاء کے ہاں علمی شخصیت کچھ عناصر و عوامل سے تشکیل پائی ہے۔ جو فقیہ کی ذات میں باہم مل کر ایک دوسرے میں تاثیر و تاثر چھوڑتے ہیں اور اسی فعل انفعال کے نتیجے میں فقیہ کی ایک خاص شخصیت اور روشن استنباط وجود میں آتی ہے۔ ان عوامل میں سے ایک قدرت ذہنی ہے جس کے معنی دقّتِ نظر یعنی احکامِ خدا احادیثِ پیغمبرؐ اور اقوالِ ائمہ کو سمجھنے کے لئے ان کی گہرائیوں تک جانا اور یہ واضح ہے کہ انسانی اذہان وقت کے اعتبار

سے مختلف درجات رکھتے ہیں ایک سطحی اور معمولی درجہ سے لے کر انتہائی عمیق اور نادر مراتب موجود ہیں۔ جو بہت کم لوگوں میں ملتے ہیں اور کسی بھی فقیہ کی کیفیتِ استنباط اس کی عمیق نظر کے تابع ہوتی ہے، البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو شخص عمیق ذہن اور دقتِ نظر رکھتا ہو وہ یہ بھی قدرت رکھتا ہو کہ استنباط کے دوران مطلب کو صحیح طور پر ایک دوسرے سے ربط دے سکے بلکہ بسا اوقات ممکن ہے کہ ایک فقیہ بہت باریک بین ہو لیکن مطلب کو ایک دوسرے سے مربوط کرنے میں اس کی قدرت محدود ہو، اس کی دو ہی وجہیں ہو سکتی ہیں یا اس کا حافظہ کمزور ہے یا پھر ذہن، نقل انتقالات میں ضعیف ہوتا ہے یا اس قسم کی کوئی اور وجہ ہو سکتی ہے۔ وسعت ذہن کا مطلب یہ ہے کہ فقیہ کی ذہنیت اتنی وسیع اور کلی ہو کہ ہمیشہ اس کے سامنے شریعت مقدسہ کے مجموعہ اہداف و مقاصد کے مختلف فقہی پہلو حاضر اور واضح رہے۔ یعنی جب وہ جزیات میں غور کرے تو قواعد و مرکبات اور کلیات پر بھی نظر رکھے۔ کسی مدرک کے کچھ کمزور پہلو اس کے نقاطِ قوت سے استفادہ کرنے میں مانع نہ ہونا چاہئیے۔ اس مجموعے کے تمام جوانب کو ذہن میں اس طرح سے پرکھے اور تقابل کرائیں کہ ایک معتدل نتیجے پر دسترسی پیدا کر سکے۔

۲: خوش ذوق و خوش سلیقہ ہونا ___ یعنی نصوص و اطلاقات اور ظواہر کے معانی درک کرنے میں یا ان کے سیاق و سباق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حکم و موضوع کی مناسبت سمجھنے کے لئے خوش ذوق ہونا لازمی ہے یا عرف اور معاشرے کے مخصوص حالات اور مقتضیاتِ عقل وغیرہ جیسی چیزوں کو جاننا جس پر فقیہ کا احکام کے استنباط کے دوران اعتدال میں رہنا اور صحیح نتیجہ نکالنا موقوف ہوتا ہے اسے فقاہتی یا ذوقِ فقہی یا سلیقہ فقہی آپ جو چاہیں نام دے

دیں۔ اگرچہ اکثر موارد قدرت ذہنی قوتِ ارتباط اور وسعتِ ذہنی کا نتیجہ ہوتی ہے لیکن اِسے فقیہ کی شخصیت میں ایک مستقل عنصر بھی شمار کیا جاسکتا ہے۔ چونکہ اس نتیجہ میں کئی دوسرے موضوعات مثلاً لغت، تاریخ یا کسی نظریے کے قائم کرنے میں بھی فقیہ میں ایک خاص اعتدال آجاتا ہے۔

۲: فقیہ کا اپنے زمانے کے حالات سے آگاہ ہونا

اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ استنباط میں اپنے زمانے کے سیاسی و ثقافتی عوامل سے متاثر ہو بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جن احکام کا استنباط کر رہا ہے اِن کے موضوعات سے صحیح آگاہی رکھتا ہو اور اِن موضوعات پر فقہیہ قواعد کی صحیح تطبیق کرسکتا ہو اور یہ اس پر موقوف ہے کہ وہ اپنے زمانے کے مخصوص حالات سے صحیح معنوں میں آگاہ ہو۔ جیسا کہ امامِ باقر علیہ السّلام نے فرمایا ہے:

"بہر حال ایک فقیہ کو حالاتِ زمانہ سے بالخصوص مسلم معاشرے سے باخبر رہنا چاہیئے۔ جتنا بھی کوئی فقیہ اپنے زمانے سے زیادہ آگاہ ہوگا اتنا ہی اس کے ساتھ زیادہ ہم آہنگ ہوسکتا ہے اور اتنا ہی زمانے کی ضروریات اور حاجات کے مطابق احکام کا صحیح استنباط کرسکتا ہے۔ اور فقہی اسلوب پر مثبت اثر قائم کرسکتا ہے۔"

۴: فقہیہ میں استقلالِ نظر

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ استنباط کے دوران کتاب وسنت اور تاریخی واقعات پر فقہاء کے اقوال مخصوصاً جو زمانہ نص سے زیادہ قریب تھے اور جو نصوص کے مخصوص لغات اور زمانہ صدور نص کے مخصوص حالات کو بہتر جانتے تھے، کی طرف رجوع کرے اور اسی شنتی طریقے پر کاربند رہے۔ دوسرے لفظوں میں اسی تقلیدی مروجہ مخصوص فقہاہت میں مستقل ہو، وہ فقاہت جس پر ماضی اور حال کے عوامل نے کوئی اثر نہ چھوڑا ہو۔ استقلالِ نظر کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ فقیہ اپنی فقہی شخصیت میں مستقل ہو۔ اپنے اساتذہ یا بعض فقہاء میں ضم نہ ہو گیا ہو۔ چونکہ بعض فقہاء حیرت کی حد تک اپنے اساتذہ کی اتباع کرتے ہیں۔ ہر مسئلے میں ان کے نظریات کا دفاع کرتے ہیں۔ حتیٰ کے ایسے فقہاءً کی فقہ کو ان کے اساتذہ کی فقہ کا ایک چھوٹا سا نمونہ کہا جا سکتا ہے۔ جس میں انہی کے اصول وضوابط کی تکرار کی گئی ہو، ہمارا مقصد ایسے فقہاء کی تنقیص نہیں ہے چونکہ یہ اجتہاد کے منافی نہیں ہے بلکہ یہ ذہین اور لائق طلباء میں ایک طبعی چیز ہے، لیکن کچھ ایسے نادر فقہاء بھی ہیں جن کی شخصیت کاملاً مستقل ہوتی ہے۔ وہ اپنے کچھ اصولی اور فقہی نظریات کی بناء پر دوسروں سے کاملاً ممتاز ہوتے ہیں یا وہ ہنج وروش بحث یا نئے موضوعات کے انتخاب کی بناء پر دوسرے سے منفرد ہوتے ہیں۔ اور ایک نئے انداز میں اس موضوع کے اطراف میں بحث کرتے ہیں۔ یا اس جیسی دیگر خصوصیّات ہوتی ہیں۔ جس کی وجہ سے ایسے فقہاء مؤسّس ومجدد کا لقب پاتے ہیں۔ جو کتب ومصادر میں گمُ موضوعات کو اُجاگر

کرتے ہیں جیسا کہ دریا کے سینہ میں جواہر اور زمین کے سینے میں خزانے چھپے ہوتے ہیں۔

۵: معقول ومنقول کے درمیان متوازن جمع کرنا

چونکہ بعض فقہاء فلسفہ اور معقولات سے بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کی فکر پر افراط کی حد تک معقولات کا احاطہ ہوتا ہے۔ جب کہ اس کے مقابلے میں نصوص یا روایت یا فقہاء کے اقوال کو بہت کم اہمیّت دی جاتی ہے۔ ان کی فقہ میں ریاضی اور نظری اصطلاحات کی بھرمار ہوتی ہے جو روح نص اور عرفی فقہ کے اہداف سے کوسوں دُور ہے اور ان کے مقابلے میں بعض ایسے فقہاء بھی ہیں جو استنباط کے دوران فلسفہ اور معقولات کو بطورِ کلی نظر انداز کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ استنباط میں یا تو نصوص حکمیہ کے فہم وادراک میں معقولات کا جو فائدہ ہوتا ہے اس سے محروم ہو جاتے ہیں۔ نیز حکم عقل اور حکم شرع میں توافق و توازن کو صحیح معنوں میں برقرار نہیں رکھ سکتے۔ یہاں سے اس فقیہ کی قدر و قیمت معلوم ہوتی ہے جو معقولات میں وسیع معلومات رکھنے کی بناء پر ان کے درمیان علمی انداز میں توازن برقرار رکھنے پر قادر ہوتا ہے۔

۶: فقہی اسلوب میں متانت یا درس وبحث کا سلیس طریقہ

بعض ایسے فقہاء ہیں جو اصل فقہی روش اور اس میں مؤثر بنیادی

عناصر کے مالک ہیں لیکن جب کسی فقہی مطلب کو تحریری یا تقریری طور پر پیش کرتے ہیں۔ تو ان میں اسلوب کا فقدان بخوبی دیکھا جا سکتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے فقہ کا معیار کم ہوتا ہے اور ان کے طرزِ بیان سے ان کے مطالب میں بے نظمی پیدا ہو جاتی ہے چونکہ اِن مطالب میں تسلسل اور ترتیب کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا اُنھیں ایک ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو ان کے افکار کو منظم اور ان کے کلام کی ترجمانی کر سکے۔ اگر ہم آیت اللہ العظمیٰ منتظری کی فقہ میں یہ عوامل ایک ایک کر کے ملاحظہ کریں تو معاملہ طول پکڑ جائے گا۔ لہٰذا البعض کو اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے اور قارئین کرام سے گذارش ہے کہ خود آپ کی کتب اور ابحاث کی طرف رجوع کر کے بقیہ عناصر کا خود مشاھدہ کریں۔

آیت اللہ العظمیٰ منتظری کی علمی شخصیت میں استقلال اور دائمی رشد و ترقی کا عنصر

اگر فقیہہ کی ذات میں ثبات کا معنٰی یہ کریں کہ وہ بصیرت جس میں نوادر اور ابتکاری ذہنیت زمانہ گزرنے کے ساتھ بحث و تمحیص سے تقویت کے علاوہ کوئی تبدیلی نہیں آئی تو یہ اُس کے ذہنِ قدرت اور علمی روش میں ایک مثبت پہلو ہے۔ ہمارے بزرگ فقہاء میں ثبات بہ ایں معنٰی بہت پایا جاتا ہے۔ جب ہم ان کی اجتہاد کے ابتدائی ایام میں آراء کا تقابل ان کی آخری عمر کے نظریات سے کرتے ہیں تو یہ عنصر بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ اگر ثبات کے

معنیٰ بحث سے نئے نتائج پر پہونچنا اور ادلّہ پر مکمل عبور کی بدولت نئے فقہی باب کھولیں تو یہ بھی مثبت صفت ہے اور ایسی معنیٰ میں ہم اپنے فقہاء کی زندگی کے مختلف مراحل میں بلکہ دن بدن ثبات کا مشاہدہ کرتے ہیں اور کبھی تو ایک دن کے فاصلے سے ان میں پختگی آجاتی ہے۔

آیت اللہ منتظری فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ آقائے بروجردی مرحوم سے حیرانگی سے سوال کیا کہ آپ کی رائے فلاں مسئلے میں چند دن پہلے یوں تھی اور ابھی یہ ہے۔

تو انھوں نے جواب دیا۔ (انا کل یوم رجل) ”میں ہر روز ایک نیا انسان ہوں“۔

یہ ایک جدید سرمایہ ہے جس کی بناء پر فقیہ آئے دن نئے علمی اسرار و آفاق پر دستیابی حاصل کرلیتا ہے۔

میں نے آیت اللہ منتظری کی علم الاصول اور فقہ میں دو کتابوں کا مطالعہ کیا جو آپ نے اپنے استاد مرحوم آیت اللہ بروجردی کے دروس کی تقریرات لکھی ہیں۔ نیز ان کتابوں پر موصوف کی آراء پر مبنی حاشیہ کو دیکھا ہے۔ ان میں سے ایک کتاب نہایۃ الاصول کو ۱۳۶۸ قمری ہجری میں یعنی تقریباً ۳۹ سال پہلے تحریر فرمائی ہے۔ جب کہ اس وقت آپ کی عمر ۵ہم سال سے زیادہ نہ تھی۔ دوسری کتاب البدر الزاھر فی صلوٰۃ الجمعۃ والمسافر جو فقہ میں ہے ایک سال بعد یعنی ۱۳۶۹ قمری ہجری میں لکھی گئی ہے۔ اس طرح میں نے آپ کی تمام فقہی کتابوں کا جو ان آخری سالوں میں منظرِ عام پر آچکی ہیں مطالعہ کیا ہے اور آپ کے حکومتِ اسلامی سے متعلق دروس میں بھی شرکت کرچکا ہوں۔ میں نے ان کتب کے مطالعہ اور آپ کے دروس سننے کے

بعد آپ کی علمی شخصیت میں استقلال اور فقہی نظریات میں دائمی رشد و ترقی کے جو عناصر پائے ہیں ان کا ذیل میں بطور خلاصہ ذکر کرتا ہوں۔

۱: عناصر استقلال

ان عناصر میں سر فہرست جو عنصر ہے وہ دقّتِ نظر اور استقصیٰ آراء فقہاء استقصیٰ متون احادیث شریفہ اور ان کے اسناد کی جانچ پڑتال وضبط ہے آپ کی علمی شخصیت کی یہ خصوصیت آپ کے آخری مباحث اور دروس میں اگرچہ زیادہ واضح نظر آتی ہے لیکن یہ ایک نئی چیز نہیں ہے۔ اس لئے کہ آپ کی دورانِ ثبات تحریر شدہ کتب میں بھی یہ خصوصیت بخوبی مشاہدہ کی جاسکتی ہے۔ مثلاً کتاب بدرالزاہر میں مختلف مقامات پر تیس ۳۰ سے زیادہ تعلیقات اس خصوصیت سے مربوط پائے جاتے ہیں۔ جیساکہ صفحہ ۹ پر مرحوم صدوق کی کتاب مقنع میں اسائید کی اختصار سے متعلق قول کو نقل کیا ہے۔ صفحہ ۱۴ پر عین عبارت روایت حسن ابن ابراہیم عن علی ابن ابراہیم کو نقل کیا ہے۔ پھر صفحہ ۲۱ پر کئی فقہاء کے نمازِ جمعہ کا وجوب کے بارے میں اقوال نقل فرمائے ہیں۔ مثلاً مفید کا قول کتاب مقنعہ سے صدوق کا قول کتاب من لایحضرہ الفقیہ و کتاب مقنع سے نیز ابن ابی عقیل و ابن ابی صلاح کے اقوال کتاب مختلف سے ابن حمزہ کا قول کتاب الوسیلہ سے اسی طرح صفحہ ۲۴ پر بقیہ اقوال کو کتاب معتبر، نقہی تذکرہ و مصباح الفقیہہ سے نقل کیا ہے۔ نیز صفحہ ۲۹ پر سماعہ سے چار روایات کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان چاروں روایات کی اصل ایک ہے۔ پھر صفحہ ۳۰ پر من لایحضرہ الفقیہہ کے متعدد نسخوں سے روایت

نقل کی ہے۔ اس صفحہ پر کچھ روایات اشعثیات سے نقل فرمائی ہیں صفحہ ۳۱ پر وسائل استبصار اشعثیات سے حدیث کی سند کو نقل کیا ہے صفحہ ۳۴ پر وسائل، استبصار اور تہذیب سے متن حدیث کو نقل کیا ہے۔ صفحہ ۳۷ پر استبصار تہذیب اور وسائل الشیعہ سے سند حدیث کو نقل کیا ہے۔ صفحہ ۳۸ پر من لایحضرہ الفقیہ سے حدیث کے مکمّل اور صحیح متن کو نقل کیا ہے۔ صفحہ ۶۳ پر مرحوم شیخ طوسی کی کتاب خلاف کے متعدد نسخوں سے عبارت کو نقل کیا ہے۔ صفحہ ۶۶ پر کتاب بدا المجتہد سے فقہاء اہلِ سنت کے سفر میں نمازِ قصر سے متعلق چار اقوال میں دقت و تحقیق کی ہے اور اس سلسلہ میں عائشہ سے روایت نقل فرمائی ہے۔ صفحہ ۶۸ پر فقہاء اہلِ سنت میں سے اوزاعی کا نظریہ سفر میں نماز قصر ہونے کے سلسلے میں نقل کیا ہے۔ صفحہ ۶۹ پر تہذیب کی عبارت کے سلسلہ میں تحقیق فرمائی ہے صفحہ ۷۱ پر استبصار و تہذیب کی حدیث کے بارے میں تحقیق اور تہذیب کی حدیث کی سند نقل کی ہے۔ صفحہ ۷۹ پر مرحوم بحر العلوم کی لفظ الظلین جو نمازِ قصر کے بارے میں حدیثِ نبوی میں وارد ہوا ہے سے متعلق تحقیق کو نقل کیا ہے۔ صفحہ ۹۰ پر جح میں نمازِ قصر ہونے کے بارے میں جو حدیث وارد ہوئی ہے اس کی تفسیر فرمائی ہے۔ صفحہ ۱۰۶ پر ذراع شرعی کے معنیٰ بیان فرمائے ہیں۔ یہ تعلیقات اور حاشیے اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ علمی مباحث میں ہمیشہ ہر لحاظ سے دقّتِ نظر اور گہرائی میں جانے اور استقصا کے قائل ہیں اور مسئلہ کے کسی پہلو کو تاریک یا مبہم رکھنا پسند نہیں فرماتے۔

فقیہ میں استقلالِ نظر کی مثالیں

آپ حتیٰ زمانۂ غیبت میں بھی نمازِ جمعہ کے وجوب کے قائل ہیں بشرطیکہ نماز کا برپا کرنا ممکن ہو۔ اس مسئلے میں آپ نے اپنے دونوں اساتذہ آیت اللہ بروجردیؒ اور امام خمینی مدظلہ العالیٰ کی مخالفت کی ہے۔ اس سلسلے میں مرحوم آیت اللہ بروجردی کی رائے پر جو اشکالات آپ نے فرمائے ہیں ان کو کتابِ بدر الزاہر کے صفحہ ۱۷ اور صفحہ ۲۳ اس کے علاوہ صفحہ ۴۱ میں ضبط فرمایا ہے۔

آپ نے اپنے رسالۂ عملیہ توضیح المسائل میں فتویٰ دیا ہے کہ جن لوگوں کے لئے نمازِ جمعہ کی شرائط کی تحصیل ممکن ہے۔ ان پر از بابِ اختیار نمازِ جمعہ واجب ہے۔

آپ کے فقہی نظریے میں استقلال و ثبات کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ آپ اسلام کو بہت وسیع نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور اسلام کو ایک ایسا دین اور حکومت سمجھتے ہیں جس کی ریاست ولی امر فقیہ جامع الشرائط کے ہاتھ میں ہو۔ آپ کے اس نظریے کو آپ کتاب بدالزاہر کے صفحہ ۵۲ پر دیئے گئے تعلیقے میں دیکھ سکتے ہیں۔ حضرت آیت اللہ العظمیٰ منتظری کا یہ نظریہ یقیناً حقیقت پر مبنی ہے۔ کیوں کہ اسلام خاتم الادیان ہے۔ جس کے بعد کوئی دین نہیں آئے گا۔ اس میں تا روزِ قیامت کے لئے احکام و اصولِ زندگی بیان ہو گئے ہیں۔ انسان کی پیدائش سے لے کر مرنے کے بعد تک کی تمام احتیاجات اور ضروریات کا حل اسلام میں موجود ہے۔ انسان کی زندگی کے ایک ایک لمحے کا دستور العمل اسلام نے دیا ہے۔ اب جب کہ شارع مقدس نے معمولی سی بات بھی بغیر کسی حکم

اور دستور کے نہیں چھوڑی ہے۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ وہ اہم امور جس پر انسان کی معیشت اور زندگی دنیا اور آخرت کا دارومدار ہے۔ اس کو بغیر کسی حل اور دستور العمل کے چھوڑ دے۔ جب کہ یہ ایسے اہم مسائل ہیں جس سے نظام زندگی میں خلل پڑتا ہے۔ حضرت آیت اللہ العظمیٰ منتظری کی علمی شخصیت میں ثبات و استقلال کے عنصر کو ان کے اصولی آراء میں بھی بخوبی مشاہدہ کر سکتے ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ان کے اصولی مباحث میں یہ عنصر فقہی مباحث سے کہیں زیادہ نظر آتا ہے۔ ہوسکتا ہے اس کی کئی وجوہات ہوں ایک تو یہ کہ فقہ ایک بہت وسیع علم ہے اس کے مسائل میں بہت سارے عناصر کا دخل ہوتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اصول کا زیادہ تر اعتماد معقولات پر ہوتا ہے جس پر آیت اللہ منتظری کو سن جوانی ہی سے خاصا عبور اور دسترس حاصل ہے آپ فلسفے کے اچھے ماہر معلم بھی تو ہیں لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ علم اصول میں آپ نے سن شباب یعنی آج سے تیس سال پہلے جو آراء و مبانی و نظریات قائم کیئے ہیں وہ اپنی قوّت کے ساتھ آج بھی باقی ہیں۔

آپ کے فقہی آراء میں مسلسل رشد و ترقی کے عناصر کی زندہ مثال ولایتِ فقیہ کے بارے میں آپ کا نظریہ ہے جو آپ نے ابتدائی ایّام میں قائم کیا تھا اور آج بھی اس پر قائم ہیں وہی احادیث و روایات جن سے فقہاء کی نیابت پر استدلال کیا جاتا ہے۔ آپ نے انہی سے ولایتِ فقیہ کو ثابت کیا ہے جن میں سے اہم مقبولہ عمر بن حنظلہ، توقیع کلینی اور روایت تحکیم ہے لیکن اواخر میں آپ نے حکومتِ اسلامی کی بحث میں استدلال کے ایسے مبانی اختیار کیئے ہیں جو سابقہ فقہاء کے پاس موجود نہ تھے۔ اگرچہ اجزاء مقدمات کے بارے میں ان کے آراء کا کچھ نہ کچھ تعلق ضرور رہا ہے لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ مسئلہ ولایتِ

فقیہ کی علمی مبانی اولیہ میں آپ بالکل نوآور اور مجدد نظر آتے ہیں۔ اس مسئلے میں سب سے پہلے آپ نے مطلق حکومت کی ضرورت پر استدلال کیا ہے اس کے بعد حکومتِ اسلامی کی ضرورت پر عقلی و شرعی ادّلہ پیش کی ہیں جس میں فقہی احادیث، علماء کے نظریات، اور کچھ دوسری آیات و روایات ہیں۔

تیسرے مرحلے میں آپ نے یہ ثابت کیا کہ حکومتِ اسلامی کا حاکم مقرر کرنے کے دو طریقے ہیں جو کہ ایک دوسرے کے بعد واقع ہوتے ہیں پہلا طریقہ نصب بالنص ہے یعنی خداوند کریم کی طرف سے کسی شخص کو یہ منصب ملے جیسا کہ ائمہ طاہرین کے بارے میں ہمارا یہی نظریہ ہے کہ تمام ائمہ معصومین منصوص من اللہ ہیں۔

دوسرا طریقہ انتخاب یا اُمت کی بیعت ہے یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب کوئی نص موجود نہ ہو، جیسا کہ موجودہ زمانے میں یہی ہوتا ہے اُن مقدمات کے بعد آپ نے اُن نصوص سے استدلال کیا ہے جن سے فقیہ کو حاکمِ منصوب من اللہ ثابت کیا جا سکتا ہے اور اگر یہ نصوص سند و دلالت کے اعتبار سے کامل ہوں تو انہی پر عمل کیا جائے گا ورنہ کم از کم یہ ادلہ فقیہ جامع الشرائط کی حکومت کے لئے اہلیت و صلاحیت پر ضرور دلالت کرتی ہیں۔ تاکہ جب اُمت چاہے تو کسی جامع الشرائط مجتہد کی بیعت کر کے اُسے اپنا قائد بنا لے یا اُمت کی طرف سے منتخب مجلس خبرگان کسی جامع الشرائط مجتہد کو ولی فقیہ کے عنوان سے انتخاب کرے۔

آیت اللہ منتظری اسی نظریے کو ترجیح دیتے ہیں اور اس فقیہ جامع الشرائط کو قیادت اور حکومت کرنے کے لئے اہل اور نامزد سمجھتے ہیں جو اُمت کی بیعت اور علماء اہلِ خبرہ کے انتخاب سے بالفعل حاکم بن جاتا ہے۔ بہر حال آپ کے

فقہی ثبات و استقلال کا اندازہ لگانے کے لئے یا بحث حکومتِ اسلامی میں آپ کے فقہی اسلوب کو جاننے کے لئے جو کچھ میں نے عرض کیا یہ ایک چھوٹا سا نمونہ تھا جو آپ کی ضخیم کتاب حکومتِ اسلامی سے اخذ ہوا ہے۔ اس کتاب میں حکومتِ اسلامی کا تمام مذاہبِ اسلامیہ کے نقطۂ نگاہ سے تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔ خاص کر حکومتِ اسلامی میں رہبری، ذیلی ادارہ جات، سیاست، مالیت، عسکری اور دفاعی نظام اور اہداف و مقاصد پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے۔

آپکی آراءِ فقہی میں تبدّل اور تطور کی مثالیں آپ کی کتب میں کئی جگہ نظر آتی ہیں۔ مثلاً کتاب زکاۃ صفحہ ۲۰ پر مسئلہ انکار ضروریاتِ دین کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"جو کچھ یہاں تک ہم نے بیان کیا اس سے واضح ہو گیا کہ خود ضروریات دین کا انکار سبب کفر ہے اس پر کوئی ٹھوس دلیل موجود نہیں ہے لہٰذا مرحوم سیّد نے کتاب عروۃ الوثقیٰ کے باب طہارۃ میں فرمایا ہے کہ ضروریاتِ دین کا انکار صرف اس صورت میں سببِ کفر و ارتداد ہوتا ہے جب انکار کرنے والا اس بات کو جانتا ہو کہ یہ چیز ضروریاتِ دین میں سے ہے اور اس کے انکار کا لازمی نتیجہ رسالت کا انکار ہے۔ احتیاط یہ ہے کہ ضروریاتِ دین کے منکر سے اجتناب کیا جائے اس طرح اس شخص سے احتیاط کی جائے جو گناہانِ کبیرہ میں سے کسی کبیرہ کا مرتکب ہو جائے اور یہ سمجھے کہ یہ تو حلال ہے۔ اور اُسے کوئی

اہمیت نہ دے۔ البتہ اگر یہ ارتکاب از باب قصور نہ
ہو بلکہ از باب تقصیر ہو۔"

اس وقت اس مسئلے میں میرا نظریہ ہے کہ منکر معاد کے علاوہ دوسرے ضروریاتِ دین کے انکار کرنے والوں سے احتیاطاً بھی اجتناب کرنا ضروری نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ انکار ضروریاتِ دین کی برگشتِ انکار رسالت کی طرف ہو اس طرح لفظِ مال کے بارے میں جس میں زکوٰۃ واجب ہے جو آپ کی نظر میں سونا اور چاندی پر اطلاق ہوتا ہے بعد میں آپ کا نظریہ تبدیل ہو گیا آپ ہر اس چیز کو مال سمجھتے ہیں جس کی کوئی قیمت لگ سکتی ہے۔ لفظِ مال کے معنیٰ کے بارے میں کتاب زکاۃ صفحہ ۲۸ پر فرماتے ہیں۔

"ابنِ اثیر نے کہا ہے کہ اصل میں مال کے معنیٰ
وہ سونا چاندی ہیں۔ جو ملکیت میں آجائیں۔ لیکن ہر
اس چیز پر بھی لفظِ مال کا اطلاق ہو جاتا ہے۔ جو کہ
ملکیت میں آجاتی ہیں۔"

عربوں کے نزدیک لفظِ مال اکثر اونٹوں پر اطلاق ہوتا ہے کیوں کہ عربوں کی اکثریت اونٹوں ہی کو مال سمجھتی تھی۔

آپ کی علمی شخصیت میں استقلال

آیت اللہ العظمیٰ منتظری نے اپنے دروس اور دیگر مناسبات میں اپنے اساتذہ امام خمینی دام مدظلہ اور آیت اللہ العظمیٰ بروجردی قدس سرہ کی بہت تعریف و تجلیل کی ہے۔ آپ تا حد اعجاب ان دونوں شخصیتوں کی فقہی اصولی آراء

سے متاثر ہیں۔ لیکن یہ اعجاب و تقدیس فقہاء کے میدان میں آزادئ فکر اور اختلافِ نظر کے منافی نہیں ہیں۔ بلکہ کئی موارد میں آپ کے نظریات اپنے اساتذہ سے مختلف ہیں۔ بلکہ مقامِ استدلال میں آپ اپنے اساتذہ کی ادلّہ میں مناقشہ کرتے ہیں اور انھیں رد بھی کر دیتے ہیں۔

آپ ہمیشہ اپنے شاگردوں کو یہ نصیحت فرماتے رہتے ہیں کہ اپنے اساتذہ کی آراء و نظریات کو سن کر اس میں غور و فکر کرتے رہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ استاد کی ہر بات کو تسلیم بھی کریں۔ آپ خود اپنا مستقل نظریہ قائم کر سکتے ہیں۔ خود آپ بہت سے فقہی مسائل پر اپنے دو عظیم استادوں مرحوم آیت اللہ بروجردی اور امام خمینی کے آراء سے مختلف نظریات رکھتے ہیں۔ یا دوسرے فقہائے سلف سے آپ کا نظریہ بعض فقہی مسائل میں بسا اوقات مختلف ہوتا ہے۔ البتہ یہ سب کچھ اس فقہی سنت اور نہج کے تحت ہوتا ہے جو فقہاء میں رائج ہے۔ فقہی آراء میں دوسروں سے اختلاف کے باوجود آپ کی نظر میں دوسروں کے احترام اور تقدس میں کوئی فرق نہیں آتا۔

میں نے پہلے اشارہ کیا کہ آپ کے فقہی اسلوب کتاب حکومتِ اسلامی میں کیا رہے ہیں اور آپ کا جدید روشِ استنباط و بحث بھی میں نے عرض کیا یہ کتاب جس میں حکومتِ اسلامی کی فقہی مبانی کی موشگافی کی ہے۔ ان دروس کو تقریباً دو سال کے دوران آپ نے حوزہ علمیہ قم میں اپنے ہزاروں شاگردوں کو پڑھایا ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ ان دروس کا مستقبلِ قریب میں شیعہ اور سنّی علمی محافل پر بہت گہرا اثر ہوگا۔ اسی طرح آپ کا یہ طریقہ کہ مذاہبِ اربعہ کے فقہ پر بھی فقہ شیعی کے ساتھ ساتھ بحث کرتے ہیں۔ یہ بھی بحث فقہی مقارن والا طریقہ ہے جو بعض فقہاء سلف میں رائج تھا خصوصاً مرحوم آیت اللہ بروجردی

اِس طریقے کو اپنائے ہوئے تھے۔ آپ نے اس طریقے کو از سرِ نو زندہ کر دیا۔ آپ اِس سلسلے میں فقہاء کی لکھی ہوئی کتابوں کو بھی درس کے دوران ضرور ملحوظِ نظر رکھتے تھے۔ جیسے مرحوم شیخ طوسی اور مرحوم علامہ حلی قدس سرہ کی تالیفات۔

آپ کی علمی شخصیت میں جو بات بہت زیادہ توجہ طلب ہے وہ ہے آپ کی ابتکاری اور نوآور ذہن اور علمی شخصیت میں استقلال۔ آپ اپنی علمی زندگی میں جوانی ہی سے اِس صفت سے مزیّن پائے جاتے ہیں۔ جس وقت آپ نے جوانی کے دوران دو کتابوں "البدر الزاھر" اور "نہایۃ الاصول" جو آپ کے استاد مرحوم آیت اللہ بروجردی کی تقاریر پر مشتمل تھیں۔ لکھا اور اس کی وجہ سے علمی محافل اور فقہاء کے درمیان آپ ایک محقق اور باریک بین فقیہ کے نام سے پہچانے گئے تو اِس دوران بھی ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے اپنے استاد کی ان تقاریر پر جگہ جگہ اپنی آراء پر مبنی تعلیقہ اور حاشیہ لگایا اور یہ ایک ایسا کام ہے کہ آپ کے علاوہ کسی بھی فقیہ نے جنھوں نے اپنے بزرگ اساتذہ کی تقاریر لکھی ہیں۔ یہ کام نہیں کیا ہے۔

آپ کے علمی مناقشات اور نظریات جو آپ نے علمِ اصول میں اپنے استاد مرحوم آیت اللہ بروجردی کے نظریات سے اختلاف کرتے ہوئے کتابِ نہایۃ الاصول کے حاشیے پر لکھے ہیں۔ اِس کے چند نمونے ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

کتابِ نہایۃ الاصول کے صفحہ ۵ و ۱۱ پر علمِ اصول کے موضوع کی حدود کے بارے میں اپنا نظریہ دیا ہے۔

صفحہ ۳۳ پر "تبادر علامتہ حقیقت ہے" کہ بارے میں صفحہ ۶۱ پر بحث مشتق میں اسمِ فاعل و اسمِ آلۃ کی عدمِ وحدۃ اسمی کے بارے میں

صفحہ ۶۲ پر فرماتے ہیں کہ بحث لغوی مشتق اور جوامد دونوں میں (مثل زوجیہ) جاری ہے۔

صفحہ ۷۵ پر اس بات کو بیان فرمایا ہے کہ لفظِ امر اسم جامع ہے۔ بین امر بمعنیٰ طلب و امر بمعنیٰ شیء

صفحہ ۷۹ پر مرحوم محقق اصفہانی کے طلب و ارادہ کے سلسلے میں نظریے کو قبول کیا ہے اور اس سے دفاع فرمایا ہے۔

صفحہ ۸۶ پر فرمایا ہے کہ یہ عین ممکن ہے کہ وجوب و ندب ایک امر اعتباری کے دو مرحلے ہیں اور یہ کہ امر اعتباری تشکیک کے قابل ہے۔

صفحہ ۱۱۳ پر فرمایا ہے کہ "مسئلہ تبعیۃ القضاء للأداء مسئلہ اجزاء واتیان بالمامور بہ" میں داخل ہے اور اسی حاشیہ میں "عدم صحۃ تبدیل الامتثال بعد حصولہ" کے بارے میں نظریہ دیا ہے۔

صفحہ ۱۱۶ پر امکان اجتماع تکالیف اختیاریہ و تکالیف اضطراریہ کے بارے میں بحث فرمائی ہے۔

صفحہ ۱۱۹ پر صاحب کفایہ کے نظریے سے کہ "اصل براۃ بعد از امتثال و بعد از رفع اضطرار" بھی جاری ہوتی ہے۔

صفحہ ۱۳۰ و ۱۳۶ پر ان اعتراضات کا جواب دیا ہے جو "اجزاء احکامِ ظاہریہ" اور یہ کہ "معذوریت حکمِ ظاہری" کا اثر نہیں ہے۔ پر ہوئے ہیں۔

صفحہ ۱۴۴ پر مقدمہ واجب کی تعریف فرمائی ہے۔

صفحہ ۱۵۰ پر فرماتے ہیں کہ چاہے شرط ہو یا علت دونوں ہی کا معلول پر تقدم صحیح نہیں ہے اس لئے کہ شرطِ قابلیت پر اثر انداز ہوتی ہے،

اور تاثیر علت ہمیشہ قابلیت پر متوقف ہے۔

صفحہ ۱۵۱ پر فرماتے ہیں کہ علم بالغایتہ بحیثیت علم کبھی وجود فعل میں مؤثر ہوتا ہے نہ بحیثیت مراۃ للواقع اور یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب تمام موضوع "للشیء ہو با لحکم ہو"۔

صفحہ ۱۶۸ پر آپ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی اشکال نہیں ہے بلکہ صحیح ہے کہ دو حکم وجوب دو ایسے فعل پر آجائیں جو آپس میں متلازم ہوں کہ مکلف کے لئے ان میں تفکیک جائز نہ ہو، جیسے حرکت الیّد حرکت المفتاح۔

صفحہ ۱۸۰ پر فرماتے ہیں کہ مقدمۃ موصلہ مقدمۃ سببیہ میں منحصر نہیں ہے بلکہ ایسے شروط معدات کو بھی مقدم موصلہ کہا جا سکتا ہے جو شروط و معدات ہوں اگرچہ صرف وہ علتہ تامّہ نہ ہوں۔

صفحہ ۲۰۵ پر فرماتے ہیں کہ امر بالاہم والمہم میں ترتیب کی صحت کا علّت اختلافِ رتبہ وظرف الامر نہیں ہے بلکہ اس کی صحت وجواز وہی صحت وجواز صدور بعثین مع عدم تزاحمھا فی مقام تاثیر وانبعاث ہے۔ اور آپ کا یہ نظریہ ہے کہ ترتیب بین الامر بالاھم والمہم صرف مرحلہ تنجزّ میں ہے اور یہ کہ امر قبل از تنجّز اہم ومہم دونوں میں فعلیت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ آپ کے نزدیک قدرت شرط تنجز ہے نہ کہ تکلیف۔

صفحہ ۲۵۱ حکم خروج از دار غصبی کو بیان فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں آپ صاحبِ فصول کی رائے پسند فرماتے ہیں کہ مکلف دار معصوب میں رہنے کے بجائے خروج پر مامور ہے۔

صفحہ ۲۷۳ بحث منطوق ومفہوم میں آپ کا نظریہ ہے کہ اگر ھم مفہوم شرط کے قائل ہو جائیں تو انشاءات مولویہ میں بھی مفہوم شرط جاری ہے۔

البتہ اوقاف و وصایا کے علاوہ دوسرے انشاءات مولویہ میں جاری ہے۔

صفحہ نمبر ۲۷۴ پر فرماتے ہیں جو شرط تحدید موضوع کے لئے آتی ہو وہ مفہوم میں ظہور نہیں رکھتی۔

صفحہ نمبر ۲۷۵ پر صاحب کفایہ کی اس رائے اور نظریے سے دفاع فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے ہر مسئلہ تعداد شرط و اتحاد الجزاء پر مبنی ہے۔ اس پر ہم قائل ہو جائیں کہ شرط مفہوم رکھتی ہے۔

صفحہ نمبر ۲۸۱ پر اس بات کو ثابت فرمایا ہے کہ عام عمومیات استغراقیہ میں حکم کے لئے موضوع حقیقی ہے نہ کہ وہ متعدد افراد کے موضوعات میں تقسیم ہوتا ہے۔

صفحہ نمبر ۳۲۶ پر فرماتے ہیں کہ یہ صحیح ہے کہ اداۃ استثناء جملہ ہائے متعددہ کے بعد معانی متعددہ کی علامت ہے اور اس سلسلے میں اسماء اور حروف میں کوئی فرق نہیں ہے۔

صفحہ نمبر ۳۳۴ و نمبر ۳۳۷ میں آپ اس بات پر متنبہ فرماتے ہیں کہ قیود میں تین تقسیم ہیں۔ چار تقسیموں کو قبول نہیں فرماتے ہیں اور "لابشرط" قسمی کو بھی رد کرتے ہیں۔

صفحہ نمبر ۳۴۸ پر آپ مشہور علماء کے نظریے کے برخلاف عام اور مطلق کی حقیقت کو ایک دوسرے سے علیحدہ سمجھتے ہیں۔

کتاب البدر الزاہر کے صفحہ نمبر ۱۷ پر صلوۃ جمعہ میں مرحوم آیت اللہ بروجردی نے جو وجوہات بیان فرمائی ہیں ان میں دو وجوہات کا آپ مزید اضافہ فرماتے ہیں۔

صفحہ نمبر ۲۳ پر اس بات کو رد کرتے ہیں کہ صلوۃ جمعہ کی وجوب سیرت

اہلِ بیتؑ سے ثابت نہیں ہوسکتی۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر اس قسم کی کوئی سیرت ہو بھی تو اس میں سیاسی حالات کا بڑا دخل ہوتا ہے۔

صفحہ ۱۴۱ میں وجوب صلوٰۃ جمعہ پر جو شرط وجود امام معصومؑ یا امام معصومؑ کا منصوب خاص جو ادعائے اجماع ہوا ہے۔ اس اجماع کی آپ نے تفسیر فرمائی ہے۔

صفحہ ۸۶ پر فرماتے ہیں کہ یہ صحیح ہے کہ قصر کا سبب ایک ہی چیز ہو اور آپ نے وجود امر الافراد بشرط دون الآخر کو شرط قرار دیا ہے۔

صفحہ ۱۲۵ پر جن کا شغل سفر ہے۔ اس کے مفہوم کو بیان فرمایا ہے کہ اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کا سفر حضر میں فانی ہو۔ بلکہ جو سال بھر میں چھ مہینے سفر کرتا رہتا ہے۔ وہ شغل سفر کی اطلاق کے لئے کافی ہے جیسا کہ صفحہ ۱۳۲، ۱۴۳، ۱۶۶ میں بھی بیان فرمایا ہے۔

صفحہ ۲۱۸ میں اس مسافر کی صلوٰۃ کا حکم بیان فرماتے ہیں جن کی سفر کی ابتداء اطاعت ہو اور انتہا معصیت ہو۔

صفحہ ۲۳۳ پر صید اللھوی کے حلال ہونے پر جو استدلال آیۃ حلیتہ الصید سے کیا گیا ہے اس پر اشکال فرماتے ہیں۔

معقول و منقول کے درمیان جمع

دو صدی پہلے حوزہ ہائے علمیہ میں فقہاء کے درمیان استنباط احکام میں عقل کی نقش و اہمیت کے سلسلے میں ایک مناقشہ شروع ہوا۔ کیوں کہ فقہاء کا ایک گروہ فقہ و اصول اور اجتہاد میں عقل کو زیادہ میدان

دینا چاہتے تھے جب کہ ان کے مقابلے میں فقہاء کا ایک گروہ تھا جو عقل کے فقہ و اجتہاد میں زیادہ دخل کے قائل نہ تھے بلکہ روایات و احادیث ہی سے احکام استنباط کرنے کے قائل تھے۔ جن کو اسی مناسبت سے اخباری کہا جانے لگا بلکہ اسی دوران علمائے اصول میں یہ مسئلہ اٹھا کہ فلسفہ کو استنباطِ احکام فقہی میں کس قدر مقام ملنا چاہیئے۔ یہ مناقشہ فقہاء کے دو گروہوں کے درمیان شروع ہوا۔ ایک گروہ جو فلسفے سے متاثر تھا دوسرا گروہ جو تقلیدی اور سنتی فقہ کا طرف دار تھا۔ حقیقت میں یہ بالکل وہی تاریخی اختلاف تھا جب دوسری صدی ہجری سے مسلمانوں نے فارس اور یونان کے فلسفوں کا ترجمہ اپنی زبان میں کیا۔ اس وقت سے علماء کے درمیان احکام کے استنباط میں فلسفے کے کردار کے متعلق دو مذہب چلے آرہے ہیں۔ بعض فلسفے کے تعصب کی حد تک قائل ہو گئے ہیں اور بعض نے تعصب کی حد تک اس کی مخالفت کی ہے۔ جب کہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کی فلسفے کے بارے میں معتدل درمیانی رائے تھی۔ وہ بعض منطقی اور فلسفی مباحث سے فقہی استنباط میں استفادہ کرتے لیکن حرفِ اوّل و آخر وہی فقہ تقلیدی ہی کا ہو اور اسی طرح سے حکم عقل کو کتاب و سنت اور اجماع کی طرف مصادر شریعت میں سے قرار دیا گیا۔ لعد میں علمی حوزات پر یہی فکر غالب رہی اور بڑے بڑے مراجع اور فقہاء کے ہاتھوں اس فکر نے رسوخ پیدا کر لیا۔ اس مسئلے کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بعض فقہائ جو فلسفے کے پڑھنے پڑھانے کے مخالف نہ تھے لیکن اس خوف سے کہ کہیں طلاب و فضلاء کے ذہنوں میں فکر فلسفی فقہی افکار پر غالب نہ آجائے کہ انہیں فقہ سنتی سے دور کر دے انھوں نے فلسفے کے مقابلے میں سخت موقف اختیار کیا۔ اور صاحبانِ فلسفہ کو اپنے شدید حملات کا نشانہ بنایا۔ حقیقت یہ ہے کہ

ایک فقیہ کو بہ یک وقت فلسفہ یونان و فلسفۂ اسلامی اور اس کے ساتھ تمام فقہی مبانی کتاب و سنت وغیرہ پر عبور حاصل ہونا بالکل ایسا ہے جیسا کہ ایک مسلمان اسلامی ثقافت و کلچر کے ساتھ ساتھ مغربی تمدن کے مثبت پہلو سے بھی، فائدہ اُٹھائے چونکہ آیت اللہ منتظری بھی جہاں پر اصول و فقہ میں کم نظیر ہیں۔ اسی طرح معقولات میں بھی فلسفۂ یونان، فلسفۂ اسلام اور موجودہ مغربی فلسفہ پر عبورِ کامل رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ آپ فلسفہ اعلیٰ سطح تک پڑھا بھی چکے ہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی یہ سوال کرے کہ اس فلسفی تفکر میں آپ کے فقہی اسلوب پر ضرور اثر چھوڑا ہوگا۔ لیکن جلد ہی اس سوال کا جواب مل جاتا ہے کہ آپ معقول و منقول کے درمیان توازن کی طرف متوجہ تھے۔ اور ابتداء ہی میں اپنے اُستاد امام خمینی کے بقول سنتی فقہ پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ فقہ سنتی پر آپ کا یہ ایمان آیت اللہ بروجردی قدس سرہ کا ہی طفیل ہے۔ مرحوم فقہ سنتی و تقلیدی کے سخت مدافع تھے۔ آیت اللہ منتظری اس وقت جب آیت اللہ بروجردی قم تشریف نہ لائے تھے۔ آپ سے علمی استفادہ کرنے کے لئے بروجرد تشریف لے گئے، آپ و شہید مطہری ہی تھے جو امام خمینی اور دوسرے علماء کے اس فیصلے کے سخت حامی تھے کہ آیت اللہ بروجردی کو حوزہ علمیہ قم لایا جائے، اور قم آنے کے بعد آپ مرحوم کی علمی شخصیت سے آخری دم تک مستفید ہوتے رہے۔

آیت اللہ منتظری ایک ایسے فقیہ ہیں جو معقولات میں یدطولیٰ رکھتے ہیں، نہ کہ ایک فقیہ نما فیلسوف۔ آپ فلسفہ کو استنباطِ احکام میں ضرورت کی حد تک کام میں لاتے ہیں۔ آپ کے اسلوبِ فقہی میں فلسفہ صرف ایک وسیلہ ہے۔ کہ جس سے استنباط احکامِ فقہی میں بوقتِ ضرورت

صرف مدد لی جاتی ہے۔ آپ کے ہاں فلسفہ کوئی مستقل نہج استنباط نہیں ہے اور پھر جب قرآن وسنت یا آراء فقہاء کسی مسئلہ میں موجود ہوں تو فلسفہ کا ایسی صورت میں اتنا سا کردار بھی ختم ہو جاتا ہے اور پھر جب کسی وقت ضرورت پڑ جاتی ہے تو منطقی اور اصول کے ضوابط اور عقلی قواعد سیرت عقلاء و اجماع کا بھی پورا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے تاکہ ایک فقہی مسئلہ میں یہ تمام عناصر صحیح کردار ادا کر سکیں۔ معقولات و منقولات میں یہ صحیح توازن برقرار رکھنا ایک ایسی خصوصیت ہے جس کی بناء پر آپ فقہاء اور اہل معقول کے نزدیک یکساں قابلِ احترام ہیں اور ان کی آراء کا احترام رکھتے ہیں۔ جو لوگ بزرگ فلاسفہ جیسے علامہ طباطبائیؒ، حاجی سبزواری صدر المتاہلین ملا صدر الدین شیرازی وغیرہ کو پسند کرتے ہیں۔ وہ بھی آیت اللہ منتظری کے اسلوبِ فقہی سے متاثر ہیں۔ اور جو فقہاء فلسفہ کو فقہی استنباط میں زیادہ دخل دینے کے حق میں نہیں ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ فلسفی نظریات افلاطونؒ، ارسطوؒ، فارابی ابن سینا، سبزواری و ملا صدرا سے اخذ کر کے احادیث و سنت کے مقابلے میں لایا جانا اور ان فلاسفہ کا انبیاء اور ائمہ کی طرح زیادہ تقدیس کرنا صحیح نہیں ہے۔ وہ لوگ بھی آیت اللہ منتظری کے فقہی اسلوب و معقولات و منقولات میں متعادل توازن برقرار رکھنے کی وجہ سے بے حد پسند کرتے ہیں۔

میں نے ان سنتی اور تقلیدی فقہاء کے طرف دار اسلوب واسلاف کے دلدادہ ایک فقیہہ جو حوزہائے علمیہ میں فلسفی افکار کی بیش از حد پزیرائی سے پریشان تھے اور صاحبِ اسفار و صاحب منظومہ کی بعض غلطیوں اور بقول ان کے بعض الخرافات کی نشاندہی بھی کرتے تھے۔ ان سے پوچھا کہ آپ کا نظریہ آیت اللہ منتظری کے فقہی اسلوب کے بارے میں کیا ہے تو جواب میں کہنے لگے کہ یہ ان لوگوں سے بڑے مختلف ہیں۔ چونکہ فقہی بحث و مباحثہ کے دوران ہمیشہ

آیات و روایات آپ کی وردِ زبان ہوتی ہیں اور آپ کا طریقۂ استنباطِ احکام وہی ہمارے فقہاء سلف کی طرح ہے۔ میری پریشانی اُن لوگوں سے ہے جن کے اذہان یونانی فلسفۂ کے اقوال سے بھرے ہوئے ہیں اور اُن سے متاثر ہیں اور یہی سب کچھ اُن کے لئے اساس بن چکا ہے۔

میں نے یہ بات کئی باوثوق ذرائع سے سُنی ہے کہ مرحوم علاّمہ طباطبائی کے زمانہ میں سنّتی فقہ کے پیرو اور فلسفے کے مخالف فقہاء نے مرحوم کے ساتھ ایک معرکہ کھڑا کر دیا تھا کہ جس کو حل کرنے میں آیت اللہ منتظری نے نہایت عمدہ کردار ادا کیا۔

ہوا یوں کہ جب فیلسوف بزرگ حضرتِ علاّمہ طباطبائی قدس سرہ (صاحب تفسیر شریف المیزان) تبریز سے قم تشریف لائے تو حوزہ میں فلسفہ کا بولبالا ہو گیا۔ طلاب اور فضلاء آپ کے دروس میں جوق در جوق شرکت کرنے لگے، ایک قلیل مدّت میں آپ نے کئی ذہین طلاب پیدا کئے جو لبعد میں عظیم فیلسوف بنے یہ صورتِ حال دیکھ کر بعض تقلیدی فقہاء کے قائل علماء پریشان ہو گئے۔ انھوں نے اِس بات کی شکایت مرجعِ وقت آیت اللہ العظمیٰ بروجردی سے کی اور آپ سے چاہا کہ علاّمہ طباطبائی قدس سرہ کا درس بند کرا دیا جائے۔

آقائے بروجردی نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو اپنے شاگرد آیت اللہ منتظری سے مشورہ کیا اور آپ سے چاہا کہ اس مشکل میں اِن کی مدد کریں۔ اِس وقت آیت اللہ منتظری آقائے بروجردی کے فقہ کے درسِ خارج میں جاتے تھے۔ اصول و فقہ پڑھانے کے ساتھ ساتھ آپ فلسفہ بھی تدریس کر رہے تھے۔ علاّمہ طباطبائی سے آپ کے انتہائی گہرے روابط ہونے

کی بناء پر آپ نے اس مشکل حل کو یوں تلاش کیا کہ علامہ طبا طبائی سے درخواست کی کہ (صدر المتاہلین قدس سرہ) کی کتاب الاسفار الاربعہ کے بجائے ابنِ سینا کی الحیات الشفاء کا درس دیں۔ چونکہ ابنِ سینا کا فلسفہ ان سنتی فقہ کے قائل فقہائے کے نزدیک بھی قابلِ قبول تھا۔ آیت اللہ منتظری کے اِس راہِ حل سے خود آیت اللہ بروجردی اور طرفین بڑے خوش ہوئے اور خود آیت اللہ العظمیٰ منتظری نے شرح منظومہ کا درس چھوڑ کر شرح تجرید پڑھانا شروع کر دی۔ چونکہ یہ ایک فلسفی بنیادوں پر استوارِ علم کلام کی کتاب ہے۔ اس واقعہ سے بخوبی کشف ہوتا ہے کہ آپ ایسی سنتی اسلوب پر ایمان رکھتے تھے اور ساتھ ہی معقولات و منقولات میں بھی توازن برقرار رکھتے تھے۔

آپ کی ذہنی خصوصیات

بارز ترین خصوصیت جو آیت اللہ العظمیٰ منتظری کے بارے میں سُنی جاتی ہیں وہ آپ کا عوامی طبع اور خاکی مزاج ہے۔ یہ خصوصیت اس وقت آپ میں لمس کی جا سکتی ہے جب آپ ان کے پاس جائیں تو دیکھیں گے کہ آپ ایک معمولی سے گھر میں متواضع لباس میں ملبوس ایک معمولی سے کمبل اور ایک دری پر تشریف فرما ہوتے ہیں۔

آپ مختلف مقامات سے آئے ہوئے زائرین کے ساتھ ہشاش بشاش رہتے ہیں۔ حتّیٰ کہ بعض اوقات آپ اِن لوگوں میں گھل مل کر مذاق تک بھی کرتے ہیں۔ یہ تمام باتیں آپ کے زہد و تقویٰ اور فراستِ نفس پر اور اپنے عوام سے محبّت پر دلالت کرتی ہیں۔ اگر آپ اِن کے سامنے جائیں تو قطعاً محسوس نہ کریں گے

کہ آپ ایک فقیہہ فیلسوف یا ایک سیاست داں کے سامنے بیٹھے ہیں۔ جو اپنے زمانے کی مشکلات کو کاملاً سمجھتا ہے۔ مگر یہ کہ آپ کسی علمی موضوع پر بحث کرتے ہیں یا آپ سے کسی بارے میں فتویٰ مانگا جائے یا حالاتِ زمانہ پر اظہارِ نظر کر رہے ہوں یا پھر سینکڑوں طلباء و علماء کے سامنے فقہ کی گتھیاں سلجھا رہے ہوں تو اس وقت آپ کو پتہ چلے گا کہ آپ کے سامنے ایک ایسا منفرد ذہن ہے جو موضوعات پر حاوی مشکلات سے آشنا اور ان کے حل پر قادر ہے۔

خدا اس عالم جلیل القدر پر اپنی رحمتیں نازل کرے جس نے آیت اللہ منتظری میں یہ جوہر بارہ سال کی عمر میں تلاش کر لیا تھا۔ آیت اللہ منتظری کے والد گرامی کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ آپ کو حوزہ علمیہ قم مقدس تحصیل علم کی غرض سے روانہ کریں لیکن یہ اس بچّے کے حق میں وقت سے پہلے فیصلہ تھا جو اپنی طفولیت کی بناء پر گھر بار سے باہر قسم کی صعوبات کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا یہی وجہ تھی کہ کچھ عرصہ بعد وہ گھر واپس چلے گئے۔ لیکن ان کے علمی اشتیاق نے انھیں بیٹھنے نہیں دیا لہٰذا انھوں نے اپنے شہر میں علماء سے استفادہ شروع کیا۔ وہ ساتھ ہی اپنے والدِ بزرگوار کا ہاتھ بٹاتے آپ کے والدِ محترم ایک عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کسان بھی ہیں۔

آپ نے اس کے بعد اصفہان و قم میں تعلیم حاصل کی اور سلسلہ درس و تدریس جاری رکھا اپنی زندگی میں مطالعہ کو نہ چھوڑا۔

حتّٰی کہ جیلوں، جلا وطنیوں اور اپنی گوناگوں مشکلات میں بھی مغربی ثقافت نے ہمیں یہ عادت ڈال دی ہے کہ علماء دانشور اپنے آپ کو عزت و تکریم کے تکلّفات میں مشغول رکھیں۔ جب کہ اسلامی نکتہ نگاہ سے یہ عوام کی ذمہ داری

ہے کہ علماء کی عزت و تکریم کریں اور علماء کو چاہیئے کہ تواضع و سادگی کو اپنا شعار بنائیں۔

تواضع اور سادہ زندگی یہ دو ایسی چیزیں ہیں جو آیت اللہ منتظری میں بخوبی درک کی جا سکتی ہیں۔

انھیں دیکھ کر صدر اسلام کی وہ تواضع یاد آجاتی ہے جو ابوذر، سلمان یا عمار اور مالکِ اشتر اور ان کے دیگر اصحاب میں پائی جاتی تھی۔ اور اس کے علاوہ آپ کی شخصیت میں زرارہ، ہشام، محمد بن مسلم جیسے عظیم فقہاء اور فلاسفہ کے ذہنی دقّت بھی نظر آتی ہے۔

استاد شیخ محمد غزالی کی اس معرفت و ذہانت سے مجھے بہت تعجب ہوتا ہے کہ جنھوں نے صرف ایک ہی نشست میں آپ کی عظیم شخصیت کو سمجھ لیا اور ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے آیت اللہ العظمیٰ منتظری سے ملاقات کی ہے۔ تو جواب دیا ہاں۔ خدا کی قسم میں نے انھیں ایک پرسکون انسان پایا ہے ان کا سکون اس سمندر کے مانند ہے جس کی گہرائی بہت زیادہ ہو اور سطح آب انتہائی نزدیک ہو۔ جب وہ بات کرتے ہیں تو ایک وسیع النظر عالم معلوم ہوتے ہیں۔ انھوں نے ہمیں وعظ و نصیحت کی تو ایسا لگا جیسے انھیں ہماری سب باتوں کا علم ہے۔ وہ ہماری قومی ضروریات سے آگاہ ہیں۔ وہ اس قابل ہیں کہ مستقبل میں قوم کی راہنمائی کر سکیں۔ (مجلہ صوت الوحدۃ الاسلامیہ شمارہ نمبر ۵ صفحہ ۳۲)

آیت اللہ منتظری کا طرز بحث و تدریس

آیت اللہ منتظری کے ہاں طریقہ بحث و روش تحریر میں ایک

واضح فرق موجود ہے۔ اگرچہ وضوح اور روانی میں دونوں مشترک ہیں۔ کیوں کہ وہ بحث میں انتہائی سادہ اسلوب اپناتے ہیں۔ بلکہ آپ کی روش بحث و تدریس ایک قصے سے زیادہ مشابہ ہوتی ہے۔ مخصوصاً جب وہ مسئلے میں تاریخی مصادر اور آراء فقہاء و سنت سے بحث کر رہے ہوں اور بسا اوقات علمی و اجتماعی لطائف بھی بیان کرتے ہیں وہ حتیٰ المقدور فقہ اور اس حدود کو سلیس اور آسان زبان میں بیان کرنے کی سعی فرماتے ہیں جب کہ اس کے برعکس کچھ لوگ معتقد ہیں کہ علم کا مشکل کرنا اس کا اکرام ہے اور اس کا آسان کرنا علم کی توہین ہے۔ طالب علم کو چاہیئے کہ وہ عبارت میں دقّت کرے تاکہ مطلب اس کی سمجھ میں آسکے۔ لیکن آپ کی روش بحث خواہ تدریس ہو یا تحریر اسی سنتی طریقہ کار پر ہے جو فقہاء متاخرین کے ہاں رائج ہے۔ البتہ آپ مطالب کو صحیح انداز میں ابواب اور فصول کی صورت میں تدوین کرنے اور عناوین میں تقسیم کرنے میں خاص مہارت رکھتے ہیں۔ آپ نے اس میں چند جدید ابواب و فصول کا اضافہ کیا ہے۔ البتہ تحریر میں نہایت اختصار سے کام لیتے ہیں، بلکہ بعض اوقات تقریری مطالب کا ایک چہارم حصّہ آپ کی تحریر میں موجود ہوتا ہے۔ آپ ہمیشہ فقہاء سلف کی اتباع کرتے ہوئے پُر معنیٰ اور استوار عبارتیں استعمال کرتے ہیں۔ البتہ کبھی کبھی ضرورت کے پیش نظر جدید عبارت کا استعمال بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ عربی میں اچھی طرح تکلّم اور بات چیت نہیں کر سکتے۔ لیکن ہمیشہ سے عربی مصادر و منابع کے ساتھ سروکار رہنے کی وجہ سے آپ اچھی طرح عربی سمجھنے کے ساتھ ساتھ لکھ پڑھ بھی سکتے ہیں۔ آپ کی عربی عبارت بڑے بڑے فقہاء کی عبارت کے مانند ہوتی ہے۔ جیسے علاّمہ حلّی و شہیدین اور

دیگر فرزندانِ عرب جنھیں عربی پر عبورِ کامل حاصل تھا بلکہ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ عام درس میں بھی جیسے درسِ نہج البلاغہ جو فارسی مستمعین کے لئے ہوتا ہے۔ احادیث کے معانی اور عربی ترکیب میں بہت دقّت کرتے ہیں۔

آپ کی سیاسی بصیرت اور شہید محمد علی رجائی

۴

فصلِ چہارم

آیت اللہ منتظری کے ذاتی اوصاف

آیت اللہ منتظری کے ذاتی اوصاف اور آپ کی شخصیت کے عمومی پہلو

جب ایک معمولی سی مخلوق مثلاً درخت، نہر یا چشمے کی صحیح معرفی کرنا بہت مشکل ہے۔ تو اشرف المخلوقات یعنی انسان کی تعریف اور اس کے وسیع ابعاد متعدد صفات اور اس کے اندر مختلف عناصر کی بناء پر کہیں زیادہ مشکل ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان کی شخصیت لوح ربانی ہوتی ہے۔

اس میں قدرت اپنے جاہ و جلال کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے۔ لیکن کئی ایسے اعمال بھی ہوتے ہیں جو اس شخصیت کی ذاتی خصوصیات یا محیط اور ثقافت کی پیداوار ہوتے ہیں۔ لیکن کچھ ہستیاں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ معلوم ہوتا ہے خدا نے صرف انھیں اپنے ہی لئے خلق نہیں بلکہ تمام انسانوں کے لئے اور تاریخ میں کوئی اہم کردار ادا کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ لہٰذا انھیں اپنی بیشمار نعمتوں سے بھی نوازتا ہے۔ ایسی شخصیات میں سے زمانۂ حاضر میں امام خمینی اور اُن کے شاگرد ہیں جنھیں دیکھ کر انسان حیران ہوتا ہے اور جن کے قصّے سُن کر انسان انگشت بدندان رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بارے میں کچھ کہنا بھی مشکل امر ہے۔

یہ لوگ ایک خاص خصوصیت کے مالک ہوتے ہیں جو تاریخ میں اہم کردار ادا کرنے کے لئے تیار کئے گئے ہیں۔ جنھیں اسلام اور مسلمین کی تاریخ کے اہم مرحلے کے افتتاح کے لئے آمادہ کیا گیا ہے۔ انھیں نادر ہستیوں میں سے وہ علماء اور اولیاء کرام ہیں۔ جن کے بارے میں نبیؐ اکرم نے بشارت دی تھی کہ وہ ہر صدی میں دین کو آکر زندہ کریں گے۔ اور ایّام کے نشیب و فراز میں اسلام کی مدد کو پہونچیں گے۔ ویسے تو امام خمینی کے تمام شاگرد ممتاز ہیں لیکن چند ایک اتنے عظیم انسان ہیں جو امام خمینی کی شخصیت کے زیادہ قریب ہیں۔ اور آپ کی خصوصیات کے زیادہ حامل ہیں۔ جن میں آیت اللہ منتظری سب سے زیادہ ہی نمایاں ہیں، سب سے پہلی چیز جو آپ ان لوگوں میں ملاحظہ کریں گے یہ ہے کہ یہ ہستیاں بہت عظیم ہیں۔ اتنی عظیم کہ ان کی ذات میں چھوٹے پن کا شائبہ تک نہیں ہے۔ ان کی عظمت ان کی فکر کی وسعتوں کی وجہ سے ہے۔ اور فکر کی یہ عظمت انھوں نے اسلام کے وسیع اُفق سے حاصل کی ہے۔ وہ اس لئے بھی عظیم ہیں کہ

اپنے پروردگار کے علاوہ کسی بھی طاقت کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور اس کے بعد وہ اپنی وسیع النظری کی بناء پر عظیم انسان ہیں۔ اُن کی یہ وسعت ظرفی اس رحمان ورحیم کے ساتھ تعلق کی بناء پر ہے جس کی رحمت ہر شی اور ہر انسان کو حاصل ہے۔ یا پھر ائمہ علیہ السّلام اور انبیاء کرام کے ساتھ تعلق کی بناء پر ہے جو تمام انسانوں پر مہربان ہیں حتیٰ کہ سوائے چند مفسد طواغیت کے کافر مستضعفین پر بھی مہربان تھے۔

یہ اپنی بلند ہمتوں میں بھی عظیم ہیں جو اوجِ ثریّا تک بڑھی ہوئی ہیں۔ اور ملاء اعلاء تک پہونچی ہوئی ہیں۔ وہ اپنی معمولی زندگی میں متاعِ دنیا کے دنسِ نجاست سے پاک وپاکیزہ ہیں۔ وہ اپنی وسعت نظری اور بے نظیر بصیرت کی بناء پر دور اندیش ہیں۔ اعلیٰ اہداف اور مشکل مراحل آپ کی نظروں میں ہوتے ہیں اور یہ لوگ آئے دن پیش آنے والے معاملات کے ساتھ نمٹنے میں بھی عظیم ہیں۔ کیوں کہ:

ان اللہ یحب معاجی الامور ویکرہ سفا سفھما۔

خداوندِ عالم عالی ہمّت انسانوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور پست حوصلہ لوگوں سے نفرت کرتا ہے۔ آپ اُن کے افکار وگفتار میں انھیں ایک بلند مرتبہ انسان پائیں گے۔ وہ ہمیشہ عالی اہداف ومقاصد کے متعلق غور کرتے نظر آئیں گے۔ اگر علمی میدان میں انھیں دیکھا جائے تو ایک کوہِ گراں لگتے ہیں۔ وہ بعض نظری اور علمی ابعاد میں نسبتاً زیادہ عظیم لگتے ہیں۔ لیکن یہ بزرگی وعظمت انسان کی شخصیت میں فکر وعمل کی ہماہنگی ہدف کی صحیح تشخیص اور اس پر ثابت قدم رہنے اور اس کی راہ میں قربانی دینے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ البتہ یہ خاصیت بہت کم افراد میں نظر

آتی ہے۔ فی زمانہ اس بزرگی وعظمت کی زندہ مثال امام خمینی اور آپ کے شاگرد ہیں۔

آیت اللہ منتظری میں آپ یہ خصوصیت بخوبی دیکھ سکتے ہیں کہ آپ اپنے افکار، اعمال واہداف میں بہت بلند ہیں۔ آپ انھیں ایک عالمی مفکر پائیں گے جو حوادث کی کلیات واصول میں بحث کرتے ہیں۔ لیکن درعین حال جزوی تفاصیل میں بھی گہرائی سے سوچتے ہیں اور اگر امام یا آپ کے شاگرد یوں زندگی نہ گذارتے، اور اتنی بلند شخصیت کے مالک نہ ہوتے تو دنیا میں اتنا بڑا انقلاب کبھی نہ لاتے اور اس کی خاطر قربانیاں دینے اور اتنے انسان اکٹھا کرنے پر کبھی قادر نہ ہوتے۔

اگر آپ حضرات اپنا وقت چھوٹے چھوٹے مسائل اور معمولی کاموں میں صرف کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ بعض لوگ یونہی کرتے ہیں تو یہ چیزیں انھیں اپنی راہ سے ہٹا دیتیں۔ اور کبھی بھی وہ بڑے حوادث کے بارے میں نہ سوچ سکتے۔ حتیٰ کہ عالمی کفر کو اتنی عظیم شکست بھی نہ دے سکتے۔ البتہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ لوگ جزئیات سے غافل ہیں۔ اگر وہ جزئیات میں فکر کے قائل نہ ہوتے تو آج ان کی یہ عمومی فکر کس طرح انقلاب کی جزئیات میں سرایت کر سکتی تھی۔ یہ وسعت نظری جوانسان کو اس قابل بنا دیتی ہے۔ کہ ہمیشہ بلند اہداف پر نظر رکھے اور وسیع فکر کرے لیکن درعین حال جزئیات سے بھی غافل نہ ہو۔ یہ ایسی صفات ہیں جو آج علماء مسلمین میں ہونا لازمی ہیں۔ ان کے بغیر عالم دین کس طرح مسلمین کی قیادت کر سکتے ہیں۔ اور اگر کوئی کرے بھی تو اسے جاری رکھنے پر قادر نہیں ہوگا۔

امام خمینی مدظلہ اور آپ کے شاگردوں کی اس عالمی شخصیت کے بہت زیادہ نتائج برآمد ہوتے ہیں اور اس عمومیت کی برکات بھی فراوان ہیں اور

یہیں سے ان لوگوں کے ساتھ بھی ان کا فرق بھی واضح ہو جاتا ہے۔ جو ہلکے پن اور محدود فکر و عمل کے مالک ہوتے ہیں غیر مسلم مستضعف قوتوں کے ساتھ کشادہ روئی سے پیش آنا ان کے بارے میں محبّت و مہربانی رکھنا یا ان کے ساتھ مثبت روابط پیدا کرنا اور تعاون بڑھانا تنگ نظر اور محدود افکار رکھنے والی شخصیت کے نزدیک قدغن ہے اور اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتے لیکن امام اور ان کے شاگردوں کے نزدیک تمام مستضعف قوموں کو بڑی طاقتوں کے مقابلے میں جو دنیا میں شر کی جڑ ہیں صف واحد کرنا اسلام اور مسلمین کی بڑی خدمت ہے۔ اسی طرح گناہگار مسلمانوں کے لئے دِل میں جگہ رکھنا بھی اِن تنگ نظر اور محدود سوچ کے مالک انسانوں کے نزدیک بہت بڑی غلطی ہے۔ چونکہ وہ اہل معاصی سے بغض اور اہلِ اطاعت سے محبّت رکھتے ہیں۔ لیکن امام اور ان کے شاگردوں کے نزدیک جب تک یہ معاصی و گناہ انہیں صف اسلام میں نہ لائے اور جب تک اِن میں مثبت عناصر موجود ہوتے ہیں تو یہ لوگ محبّت کے مستحق ہوتے ہیں اور انھیں دور دھکیلنا نہیں چاہیئے۔ مختلف مسلم مذاہب کے ساتھ بعض اختلافات کی بناء پر تعلقات محدود سوچ رکھنے والے شخصیت کے نزدیک ممنوع ہیں۔ لیکن امام اور ان کے شاگرد اس میں کوئی منافات نہیں دیکھتے۔ کیوں کہ اہلِ مذاہب کے ساتھ تعلقات رکھنا مسلمانوں کو اسلام دشمن عناصر کے خلاف متحد کر دیتا ہے۔ امام اور اُن کے شاگرد تمام فعال علماء احزاب و جماعات کے لئے سعۂ صدر رکھتے ہیں جب کہ معمولی شخصیات کے مالک اس سے کوسوں دور ہوا کرتے ہیں۔ ساتھ ہی امام اور ان کے شاگرد ان انحرافات کو سختی سے رد کرتے ہیں جو اسلام اصیل اور اسلامِ انقلابی سے بعض افراد یا تنظیموں کی فکر و عمل میں پائے جاتے ہیں۔ امام اور ان کے

شاگردوں کی نظر میں ہے کہ سب کے ساتھ مساویانہ سلوک کے علاوہ ان کے داخلی اختلافات کو بھی ختم کرنا چاہیئے تاکہ یہ اختلافات دشمن کے مقابلے میں انھیں غافل نہ کریں اور کسی فرقے کو اجازت نہیں دینی چاہیئے کہ وہ دوسرے کو میدانِ عمل سے ہٹا کر خود مالک بن بیٹھے کیوں کہ صحیح خط یہ نہیں ہے کہ آپ معمولی سے منحرف و خاطی خطوط کے مقابلے میں سخت موقف اختیار کرلیں بلکہ کوشش اور جدوجہد سے اُمت کو بیدار کیا جائے تاکہ اس کے سامنے حوادث اور منحرف افراد کی حیثیت واضح ہو جائے تاکہ ان سے اجتناب کیا جا سکے۔

امام اور آپ کے تلامیذ کے سینوں میں ان گروہوں اور پارٹیوں اور انجمنوں کے لئے بھی کافی گنجائش ہے جو غیر اسلامی وطن پرستی یا قوم پرستی کی بنیاد پر بڑی طاقتوں کی دشمن ہیں یا ان کے ساتھ مسلحانہ دشمنی رکھتے ہیں۔ وہ قولاً ان کے دشمن ہیں یا عملاً جب کہ معمولی حیثیت کے افراد اور تنگ نظر لوگ اُن کے ساتھ ارتباط کو اسلامی قوانین کے منافی سمجھتے ہیں جب کہ امام اور آپ کے پیروکار اسلام کی راہ میں اور دشمنوں کے خلاف ان قوم پرستوں کے ساتھ مل بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے چونکہ اسلام نے عالمی کفر کے مقابلے میں ان وطن پرستوں اور قوم پرستوں کی بعض کمزوریوں سے صرف نظر کیا ہے لیکن ان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انھوں نے اسلامی معیار کو اپنے ہاتھ سے چھوڑ کر ان کے باطل نظریات کو قبول کر لیا ہے۔ بلکہ دشمن کے خلاف انھیں ساتھ ملا کر قومی محاذ کو کہیں زیادہ مضبوط بنایا جا سکتا ہے۔ امام اور آپ کے شاگردوں کا یہ عقیدہ ہے کہ کفر کے ساتھ اسلام کی جنگ تمام ہم مقصد افراد کی شرکت کے نتیجے میں ہی نفع بخش ثابت ہو سکتی ہے۔ اگر ان میں کچھ کمزوریاں ہی کیوں نہ ہوں۔ اسی طرح احزاب اور تنظیموں کی اندرونی اختلافات اور تعصب

گروہی اور ایک دوسرے کو سرکوب کرنا امام اور ان کے شاگردوں کے نزدیک صحیح نہیں ہے چونکہ اسلام اور ملک کے دشمن کے ساتھ صحیح مقابلہ کرنے کے لئے سب کو متحد ہونا چاہیئے۔

یہ کل اوصاف وخصوصیات آپ امام خمینی کے سب سے بڑے شاگرد آیت اللہ العظمیٰ منتظری میں بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ آپ اپنے افکار واہداف واعمال میں بہت بلند اور وسیع نظر رکھتے ہیں۔ شاید اس بنیادی صفت کی وجہ سے امام نے آپ کے بارے میں وہ مشہور قول فرمایا ہے۔

" میں (امام خمینی) اپنے آپ کو ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ ان کی (آیت اللہ منتظری) ذات میں ملخص پاتا ہوں۔

متانت شخصیت

آپ آیت اللہ منتظری کی شخصیت کی متانت یعنی ان کے افکار کی متانت اور ان کی زندگی میں متانت وصلابت ان کے سیاسی اور مجاہدانہ زندگی کی ابتداء ہی سے لے کر آج تک اس کا ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ اس راہ میں جو قید کی صعوبتیں اور مختلف قسم کی مشکلات برداشت کیں۔ ان کو بخوبی لمس کیا جا سکتا ہے۔ اگر ایک اجمالی نظر آپ کے ان پندرہ سالہ دور زندگی پر ڈالی جائے کہ امام کی جلاوطنی کے دوران کس انداز سے آپ نے انقلابی تحریک جاری رکھی تو یہ حقیقت بخوبی عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ ایک ایسی ٹھوس شخصیت ہیں۔ جس کو سوائے خدا کے کسی سے خوف نہیں آپ طاغوت کے سامنے کبھی نہ جھکے اور مصائب

ومشکلات میں کبھی بھی رحمت خدا سے مایوس نہ ہوئے۔

انقلاب کی کامیابی کے بعد سخت مشکل مراحل میں آپ کی شجاعت و بہادری کے زیادہ جوہر کھلے۔ جیسے بازرگان کی عبوری حکومت کا دور بنی صدر و منافقین، اقتصادی، ناکہ بندی اور مختلف جنگی مشکلات میں بھی آپ نے اپنی فراست کا لوہا منوالیا جیسے افغانستان اور لبنان کے واقعات میں ایسے اولیاء کی نفس مطمئنہ جیسی شجاعت کہا جاسکتا ہے۔ جن کا اعتماد صرف خدا کے وعدہ نصرت پر ہے اور اسی امر کے مطابق صبر و تحمل بھی ہے اور اسی کے حکم کے مطابق بے دریغ قربانی اور ایثار پر ہے۔

تواضع اور سادگی اور صراحت لہجہ

شاید سب سے بڑی صفت جس کی بناء پر لوگ آیت اللہ منتظری کو بہت پسند کرتے ہیں۔ وہ آپ کی سادگی و تواضع ہے۔ تمام حفاظتی انتظامات کے باوجود جو حالات کی وجہ سے مجبوراً کرتے پڑے۔ آپ کی زندگی میں وہی پہلے جیسی سادگی موجود ہے۔

آپ ایک ایسے گھر میں رہتے ہیں جو ایک متوسط درجے کے طالب علم کے گھر سے ملتا جلتا ہے۔ اور سامان کا ذکر ہی کیا۔ البتہ کتابیں اس گھر کا اصلی سرمایہ ہیں اور وہ بھی طبع قدیم جو آج کسی کو ایک آنکھ نہیں بھاتیں۔ آپ نے انھیں نئی مطبوعات میں تبدیل کرنا مناسب نہیں سمجھا اس لئے کہ کئی سالوں سے انھیں کے ساتھ آپ کا سروکار رہا ہے لباس میں سادگی کی حد یہ ہے کہ اگر آپ انھیں موسم کے اعتبار سے چند عبائیں اور قبائیں فراہم کریں تو آپ سال بھر

ایک ہی عبا اور قبا پہنتے ہیں۔ حتّیٰ کہ انھیں کپڑوں میں چند سال اور بھی گذار لیتے ہیں البتہ جب کوئی بالکل بوسیدہ ہو کر پہننے کے قابل نہ رہے تو آپ ایک معمولی کپڑے سے نیا لباس تیار کرواتے ہیں۔

کھانے پینے میں سادگی

جن عزیز و اقارب نے آپ کو گھر میں دیکھا ہے وہ بتاتے ہیں کہ آپ کا خاندان نجف آباد میں تھا تو بعض رشتہ دار آپ کے لئے سادہ و مرغوب غذا لاتے تھے اور اکثر انھیں کہتے کہ دن کا یا شام کا کھانا نہ لائیں اس دن آپ روٹی اور پنیر پر گذارہ کر لیتے۔ آپ کے رشتہ داروں میں سے ایک شخص بتاتا ہے کہ جب میں ظہر کو آپ کے گھر گیا تو آپ کھانا کھانے میں مشغول تھے۔ آپ کے سامنے صبح کے بچے ہوئے انڈے اور ساتھ دو ٹماٹر رکھے تھے' یہ سادہ غذا ہی ہے جو علماء کے خون میں مل کر ایک تعمیری فکر پیدا کرتی ہے۔ جب کہ چٹ پٹی غذائیں سرمایہ داروں کے دل و دماغ میں جاری خون کو سرد کر دیتی ہے اسی سادہ زندگی کی طرف آپ سربراہانِ مملکت اور حکومت کے ذمہ دار افراد کو ہمیشہ دعوت دیتے ہیں آپ اسراف اور ظاہری ٹھاٹ باٹ کے سخت مخالف ہیں۔ اور اکثر امیر المومنین علیہ السّلام کا یہ قول بطورِ شاہد پیش کرتے ہیں۔

" ان اللہ فرض علی ائمۃ العدل
ان یقدروا انفسھم بضعفۃ الناس کیلا
یتبیغ بالفقیر فقرہ "

ترجمہ:

"اللہ تعالیٰ نے عادل حکمرانوں پر فرض کیا ہے
کہ وہ اپنی معیشت اور رہن سہن کو معاشرے کے فقیر
ترین افراد کی زندگی سے ہماہنگ کریں، انھیں اپنے فقر و
غربت کا احساس نہ ہو۔"

اس فرمان میں سادگی کی سیاسی و اخلاقی اہمیت پر بہت تاکید کی گئی ہے بلکہ شاید سربراہانِ مملکت کی سادہ معاش پر وجوبِ شرعی کا حکم ہو اسی سادہ زندگی کی طرف لوگوں کو بھی روزمرہ کے معاملات میں دعوت دیتے ہیں اور ان تکلّفات پر تنقید کرتے ہیں جو امور کی انجام دہی میں پیچیدگی اور معاشرے میں مشکل پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً شادی بیاہ کے تکلفات جس سے ازدواجی زندگی میں یا توڑ کاوٹ پیدا ہو جاتی ہے یا تاخیر آپ صدرِ اسلام میں سیرتِ نبیؐ ائمہؑ اور اسلاف صالح کی سنت پر عمل کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں۔ جو ایک معمولی سے مہریہ سے اور سادہ لباس و مسکن ازدواج کر لیتے تھے، موجودہ اداروں اور وزارتوں میں پیچیدہ طریقے پر کام کرتے ہیں اسکا نام آپ نے کاغذ بازی، فائیل بازی، دستخط بازی اور آج کل پر ٹالنا وغیرہ رکھا ہے۔ آپ کے بقول یہ وہی شاہ اور مغرب کا موروثی نظام ہے جسے حتماً اسلامی سادہ نظام میں تبدیل کرنا چاہیئے آپ زیادہ سے زیادہ مسلمین کی رفاہ پر زور دیتے ہیں اس کا طریقۂ کار آپ نے یہ بتایا کہ صوبوں اور ضلعوں کو وسیع اختیارات دیئے جائیں تاکہ لوگوں کو دارالحکومت کے چکر نہ کاٹنے پڑیں۔

آیت اللہ منتظری میں یہ سادگی ان کے تواضع اور خلوص کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ لوگ آپ میں اپنے ضمیر اور آرزوں کی تعبیر پاتے ہیں۔ لوگوں کو آپ کے ساتھ ملنے پر کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی چونکہ آپ کے دل میں مصالح مسلمین

کے لئے صدق وصفا پر مبنی ایک پدری شفقت موجود ہے۔

وحدتِ اسلامی اور عالمی انقلاب

مسلمین کی پسماندگی اور دشمنانِ اسلام کی ان میں تفرقہ اور اختلاف ڈالنے کی کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ آج ان میں کچھ لوگ وحدتِ اسلامی کا نعرہ بلند کرتے ہوئے خوف محسوس کرتے ہیں وہ اپنے مذہبی عقائد علاقائی فوائد اور قوم و قبیلہ کی مصلحت کے پیشِ نظر وحدت اسلامی کے نام سے بھاگتے ہیں۔ آج اگر کسی کونے سے وحدت کی آواز اٹھتی ہے تو اس کے مقابلے میں مغرب زدہ گروہوں اور ان کے مفاد کی محافظ انجمنوں سے اس کے خلاف آواز اٹھائی جاتی ہے۔ وہ وحدت کو پامال کرتے ہوئے قومی مذہبی اور علاقائی امتیازات پر زور دیتے ہیں اور مشکل تو یہ ہے کہ وحدت سے یہ خوف بعض تنگ نظر اور کم ظرف مسلمان علماء میں بھی پیدا ہو گیا ہے۔ لہٰذا وحدتِ اسلامی کو عملی کرنے کے لئے اکابرین مذہب اور بزرگانِ قوم و قبیلہ کی شجاعت و بردباری کی ضرورت ہے۔

امام خمینی مدظلہ اور آپ کے شاگرد اس مقدس مقصد کے لئے کئی مصائب جھیل چکے ہیں بلکہ ابھی تک جھیل رہے ہیں۔ یہ مصائب جو تنگ نظر مسلم علماء اور متعصب قوم پرستوں کی طرف سے ڈھائے گئے ہیں جب کہ اس کے ساتھ ساتھ عالمی کفر جو دن رات مسلمین کو وحدت سے باز رکھنے میں مصروف ہے بلکہ صرف انقلابِ اسلامی کی تائید ہی ان کے لئے قابلِ برداشت نہیں ہے۔ یہ بات نہضت امامِ خمینی کی ابتداء سے ہی شروع ہوئی چونکہ آپ کی نہضت میں وحدت کا عنصر بہت نمایاں تھا۔ شاہی حکومت نے

برعم خود ایک نکتۂ ضعف تلاش کر لیا تھا جس کی بناء پر قائدِ انقلاب اور دوسری شخصیات پرسنی اور وہابی ہونے کی تہمتیں لگائی گئیں اور یہ کہ ان لوگوں سے مذہب اہلِ بیت کو خطرہ ہے۔ مختلف لوگوں کو اکسایا کہ وہ ولایتِ اہلِ بیتؑ اور مذہبِ تشیع کے دفاع میں کتابیں لکھیں نہ ماضی کے حالات نہ موجودہ مشکلات امام خمینی مدظلہ اور آیت اللہ العظمٰی منتظری کو اپنے اس ہدف سے پھیرنے میں کامیاب ہوئیں نہ آپ کے اس ہدف پر ذرا برابر زک آئی۔

آیت اللہ منتظری کے افکار اور انقلابی اقدامات

وحدت و انقلاب کے میدان میں

اس فصل کو ہم ان اقدامات و افکار کے بیان کے ساتھ ختم کرتے ہیں جو آیت اللہ منتظری کے طرزِ فکر پہ دلالت کرتے ہیں۔

۱: ہفتہ وحدت اسلامی

آپ نے نبیؐ اکرم کی ولادتِ باسعادت کی مناسبت سے ہفتۂ وحدت کا اعلان کیا۔ چونکہ اہل تسنن ولادتِ نبیؐ اکرم بارہ ربیع الاوّل اور اہلِ تشیعؑ سترہ ربیع الاوّل کو مناتے ہیں۔ بظاہر تاریخِ ولادت میں اختلاف ہے لیکن آپ نے بارہ ربیع الاوّل کے درمیانی ہفتہ کو ہفتۂ وحدت کے عنوان سے اعلان کیا اور اس طرح سے مبنیٰ اختلاف کو رمز اتحاد میں بدل دیا۔

۲: ائمہ جمعہ و جماعت کی عالمی کانفرنس

آپ نے ایک کانفرنس کی بنیاد ڈالی جس میں پوری دنیا سے ائمہ جمعہ و جماعت کو مدعو کیا جاتا ہے تاکہ علماء میں اتحاد کی فضا قائم کرنے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے تعاون سے مسلمین کو دشمنانِ اسلام کے خلاف بیدار کیا جا سکے۔ اس سلسلے میں پہلا قدم جمہوری اسلامی نے دو مرتبہ یہ کانفرنس بلا کر اٹھایا ہے۔

۳: یومِ مستضعفین

آپ نے پندرہ شعبان کو مستضعفین کا عالمی دن قرار دیا ہے چونکہ اس دن منجی بشریت امیر مستضعفان حضرت امام مہدی علیہ السّلام کی ولادت باسعادت ہوئی تھی کہ تمام مسلمین کے پاس اس امامِ برحق کی قیادت میں عالمی استکبار پر مستضعفین و مسلمین کی کامیابی ایک مسلمہ امر ہے۔

۴: عالمی اسلامی انقلاب

آپ عالمی اسلامی تنظیموں کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ نے ایرانی مسلم قوم سے عالمی اسلامی تحریکوں کے لئے امداد جمع کرانے کے لئے ایک اکاؤنٹ کھولا چونکہ آپ کا عقیدہ ہے یہ کام علماء قوم کی سطح پر ہونا

چاہیئے۔ حکومت کی وزارتیں اس مسولیت کو اپنے کاندھوں پر نہیں اٹھا سکتی ہیں کیوں کہ انھوں نے سفارتی قوانین کے تحت دوسری حکومتوں سے تعلقات رکھنے ہوتے ہیں اور انقلابی عمل سفارتی قوانین کے منافی ہوتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ علماء کے ساتھ یہ کام مربوط ہو نہ کہ حکومت کے کسی ادارے سے۔

عالمی یوم قدس

ماہِ رمضان کے آخری جمعہ کے دن امام خمینی نے جو عالمی یوم قدس کا دن قرار دیا ہے، کے بارے میں آپ بہت تاکید کرتے ہیں اور علماء اہل تسنن و تشیع کو اس ذمہ داری کی ترغیب دلاتے ہیں تاکہ فلسطین و قدس کے مسئلے کو حل کیا جا سکے۔ اور مقبوضہ فلسطین کی سرزمین کو ایک انقلابی تحریک کے ذریعے دشمن کے چنگل سے آزاد کرایا جا سکے۔ قدس کی رہائی کے متعلق آپ کا عقیدہ ہے کہ تمام عالمی انقلابی تنظیموں کی تقویت کی جائے۔ تمام عالمِ اسلام سے مسلمان فداکار ایثار گری کا ثبوت دیں۔

فلسطین کے ہمسایہ ممالک غاصب اسرائیل پر مسلحانہ حملہ کریں، اور پھر اس جنگ میں پورے عالمِ اسلام سے کروڑوں مسلمان شرکت کرتے ہوئے امریکہ کے اس ناجائز بچے کو صفحۂ ہستی سے محو کردیں۔

افغان مجاہدین کی صفوں میں اتحاد

آپ نے تمام افغانی گروہوں اور ٹولوں میں اتحاد و بھائی چارے

کی فضا قائم کی ہے۔ ان کے گروہی خونریز اختلافات کو ختم کیا۔ اس سلسلے میں آپ نے ایرانی اور افغانی علماء پر مشتمل ایک وفد بھی افغانستان روانہ کیا تاکہ اس مقصد کو کماحقّہ عملی جامہ پہنایا جا سکے۔ روسی فوجوں کے خطرے کے باوجود یہ وفد خدا کے فضل و کرم سے اپنے اہداف میں کافی حد تک کامیاب رہا۔

اواخر میں آپ نے افغان علماء اور احزاب کے استفتاء پر گروہی اختلافات کو چاہے وہ کسی بھی وجہ سے ہوں حرام قرار دیا۔

لبنانی مجاہدین کی صفوں میں اتحاد

آپ نے لبنان میں بھی مسلمین کے درمیان اتحاد کی فضا بحال کرنے کی بہت کوشش کی ہے۔ تمام سنّی اور شیعہ اور لبنانی و فلسطینی طاقتوں کو جمع کر کے اسرائیل اور اس کے ایجنٹوں کے ساتھ لڑنے کی تاکید کی کیمپوں کی جنگ کے مقابلے میں بھی آپ نے انتہائی شدید موقف اختیار کیا۔ علماء اور سیاستدانوں پر مشتمل ایک وفد جنگ و قتال روکنے کے لئے لبنانی اور فلسطینی متخاصم گروہوں کے پاس روانہ کیا۔

علماء اہلِ تسنن اور سنی مدارس کے بارے میں آپ کے اقدامات

آپ نے حکومت اور محکمۂ اوقاف کو یہ تاکید کی کہ سنّی علماء اور ان کے

دینی مدارس کے بارے میں خاص اہتمام کیا جائے اور سنی علاقوں میں ائمہ مساجد و مدرسین اور طلاب کی مدد کی جائے۔ جیسے کردستان، بلوچستان اور ترکمان صحرا وغیرہ۔ آپ نے ایرانی کردستان اور عراق کے علماء پر مشتمل ان کے دینی مدارس کو نظارت اور کُردی مسلم قوم میں تبلیغ کے ایک مرکز اسلامی کو ترتیب دیا تاکہ کرد مسلمانوں کو ملحد احزاب منافق گروہوں شرق و غرب یا صدامی ایجنٹوں کے خلاف آمادہ پیکار کیا جا سکے۔

عدالت اجتماعی اور قضاوت

انقلابی عدالتوں میں قاضیوں کا تقرر: انقلاب اسلامی کی کامیابی کے بعد انقلابی عدالتوں میں قضاۃ کا تقرر امام نے آپ کے اور آیت اللہ مشکینی کے سپرد کیا ہے اور اس طرح یہ کام مجلس شوریٰ عالی قضائی کی تشکیل پر منتہی ہوا۔

شورائی عالی قضائی کے نمائندوں کا انتخاب

امام نے یہ کام بھی آپ ہی کے ذمہ کیا کہ مجلس شورائی عالی قضائی کے اعضا میں صلاحیت اور دستور کے مطابق اجتہاد، عدالت، فقاہت وغیرہ جیسی شرائط کی تشخیص و تائید آپ کے ذمہ لگا دی۔ اگرچہ یہ کام آئین کے مطابق ولی فقیہ کے فرائض میں سے ہے۔

دفترِ تقررِ قضات کا قیام

آپ نے تجویز پیش کی کہ ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے کہ جس میں واجد الشرائط قاضیوں کی شناخت کی جا سکے اور انھیں عدالتوں میں قضاوت کرنے کے لئے بھیجا جائے۔

قاضی تحکیم کا تقرر

آپ نے مشورہ دیا کہ قضاوۃ کی خالی آسامیوں کو قاضی تحکیم کے ذریعے پُر کیا جائے جس کا مطلب یہ ہے کہ علماء کی ایک تعداد کو حق قضاوت دیا جائے۔ اور اگر ایک قاضی حکم سنا دے اس کا حکم نافذ ہوگا اور حوزہ علمیہ کے علماء سے استفادہ کرتے ہوئے ان کو حقِ قضاوت دیا جائے۔ بغیر اس کے کہ وہ عدالت میں آکر بیٹھیں بلکہ وہ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے امور کی نگرانی کر سکتے ہیں اور ان امور میں بھی فیصلہ سنا سکتے ہیں جن میں مرافعہ کی ضرورت نہیں ہوتی یا طرفین کے مرافعہ کرنے کی صورت میں انھیں حق قضاوت حاصل ہو۔

اعلیٰ انقلابی عدالتوں کا قیام

آپ نے اعلیٰ انقلابی عدالتوں کی داغ بیل ڈالنے کے لئے تجویز پیش کی تاکہ اوائل انقلاب میں بحرانی صورتِ حال کی بناء پر کئے گئے فیصلوں پر نظر ثانی

کی جا سکے۔

قیدیوں کی دیکھ بھال

آپ نے زندان اور قیدیوں کے متعلق کافی اہتمام کیا ہے۔ خصوصاً فتنہ منافقین کو خاموش کرنے کے بعد امام نے قیدیوں کی دیکھ بھال کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دے کر اس کا کام آیت اللہ منتظری کے سپرد کیا تاکہ قیدیوں کے ساتھ اسلامی محبّت کے تحت سلوک کرنے پر آپ نظارت کریں۔

عمرانیات اور کھیتی باڑی

(الف) دہی آبادکاری کے بارے میں آپ کے اقدامات۔

امام نے جہاد سازندگی کی تشکیل کے متعلق جو امر فرمایا تاکہ دیہاتوں اور دیہی آبادیوں میں وسیع پیمانے پر سڑکیں بنائی جائیں یا دیگر زرعی اور تعمیری کام کئے جائیں۔ اس میں آپ کا اہم کردار رہا ہے۔

مسئلہ اراضی

امام نے بنجر زمینوں اور بڑے زمینداروں سے لی ہوئی زمینوں (جو انھوں نے ناحق قبضے میں کی ہوئی تھیں) کا معاملہ آپ کے، شہید بہشتی اور آیت اللہ موسوی اردبیلی کے سپرد کیا۔

کھیتی باڑی

آپ نے زرعی مسائل میں حکومت پر زور دیا ہے کہ کسانوں کو خود کفیل بنایا جائے اور اِس طرح دیہاتوں سے شہروں کی طرف نقلِ مکانی کو روکا جا سکے۔

ثقافت و تعلیم

وحدت حوزہ و دانشگاہ، آپ نے استاد شہید ڈاکٹر مفتح کے یوم شہادت کو حوزہ و دانش گاہ کے درمیان وحدت کا دن قرار دیا ہے کیوں کہ مرحوم حوزہ کے عالم اور یونیورسٹی کے استاد تھے۔

شورائے مدیریت حوزہ علمیہ قم

آپ نے حوزہ علمیہ قم کے نظم و نسق کے لئے شورائے مدیریت کے قیام کی تجویز پیش کی تاکہ حوزہ علمیہ کے استقلال کو محفوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کی قدر و منزلت کو بھی اجاگر کیا جا سکے جس میں ہزاروں طلباء مشغول تحصیل ہیں۔ تاکہ یہ علماء و مبلغین قوم کی تبلیغی ضروریات کو پورا کر سکیں۔

حوزہ علمیہ میں تخصّص کا اہتمام

آیت اللہ منتظری کا ایمان ہے کہ حوزہ علمیہ اور اس کے رائج درسی نظام کی مخالفت کی جائے مگر اس کے ساتھ ساتھ حوزہ میں علومِ اسلامی کے تخصص کو بھی ضروری سمجھتے ہیں اس طرح کہ مقدماتی دروس کی تحصیل کے بعد طلاب کسی ایک علمی میدان میں تخصّص اختیار کریں اور اُن کے لئے خاص انتظام و مدارس ہوں مثلاً علومِ قرآن حدیث، تاریخ، فلسفہ، اقتصاد، سیاست اور فنون خطابت و کتابت اور اس کے علاوہ دیگر اسلامی علوم و فنون جو کہ ابھی حوزہ علمیہ میں تدریس کئے جاتے ہیں یا کئے جاتے تھے اور اُمتِ مسلمہ کی تربیت و تبلیغ کے لئے اُن کی ضرورت بھی ہے۔

اسی سلسلے میں ایک دفعہ گفتگو کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا کہ اگر ایک فقیہہ فقہ کے مدون الواب کا بالفعل اجتہاد کرے تو اس کے لئے دو سو سال درکار ہیں کہ ایک فقیہہ کی عمر اس کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ فقہ کے میدان میں تخصّص کا سلسلہ ہو۔ اس طرح بعض فقہاء مثلاً عبادات میں بعض اقتصاد اسی طرح زمین، وراثت، تجارت، قانون، فقہ، سیاست داخلیہ و خارجیہ اور جہاد اور جنگ و امن وغیرہ کے لیے الگ الگ متخصص ہوں۔

فقہ میں ان کا نظریہ ہے کہ اجتہاد و استنباطِ احکام فقہ مشکل ترین علوم میں سے ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ درجۂ اجتہاد پر فائز ہونا محال یا نادرالوقوع ہے۔

مرتبۂ اجتہاد

جو کہ استنباط پر ملکہ حاصل کرنے کا نام ہے اور استنباط میں طبع آزمائی کا نام ہے۔ مسائل فقہ سے متعلقہ حدود کے اندر رہ کر اپنے راستے کا قائم کرنا ہے۔ مرتبۂ اجتہاد تک پہونچنا مشکل کام نہیں ہے۔ وہ علومِ اسلامیہ اور فقہ میں تخصص کی طرف دعوت دیتے ہیں اور کہتے ہیں مرتبہ نظام والے مدارس کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہو جس میں طلباء اس نظام کی پابندی کریں اور خاص اخلاقی نظام کے تحت درس پڑھیں۔

فقہ مقارن

انھوں نے اپنی فقہی ابحاث میں تطبیقی مقارن فقہ کے اسلوب کا احیاء کیا ہے جو کہ ہمارے قدیم فقہا جیسے سیدّ مرتضیٰ، شیخ طوسی، علامہ حلّی اور آپ کے استاد آیت اللہ بروجردی کا شیوہ رہا ہے۔ تاریخ اور مختلف مذاہب کے فقہاء کے اقوال اور عصرِ حاضر پر ان کی تطبیق کے شیوہ کو آپ نے زندہ کیا ہے۔

تبلیغی نشاط اور سیاسی فکر کی حوزہ علمیہ میں تقویت

ہر مناسب موقع پر آیت اللہ منتظری حوزہ علمیہ کے طلاب کو ان کی

تبلیغی ذمہ داری کے بارے میں تذکر دیتے رہتے ہیں۔ چونکہ اسلامی عقائد، احکام اور اخلاق کی اُمّت کو تبلیغ کرنا اور لوگوں کو نورِ اسلام کی طرف ہدایت کرنا ہے۔ وہ طلبا کو تعطیلات اور مناسب مواقع پر ضرورت کے مطابق داخل وخارج ایران کے ضرورتمند مناطق کی طرف تبلیغی سفر کیلئے ترغیب وتوصیہ کرتے رہتے ہیں؛ اور ہمیشہ حوزہ کے مسؤلین کو نشاط تبلیغ کی تقویت اور اس قسم کی فعالیات کی ضرورت پر تاکید کرتے ہیں۔ طلباء میں سیاسی شعور کی بیداری کی اکثر وہ یاد دہانی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سیاست اسلام کی بنیاد ہے۔ اسلام میں دین سیاست سے جدا نہیں ہے۔ فقہ کے ابواب جو ساٹھ سے زیادہ ہیں ان میں سے چند ابواب عبادات کے متعلق ہیں اور باقی تمام کے تمام ابواب اجتماعی وعالمی سیاست کی مختلف انواع کے بارے میں ہیں۔ وہ طلباء کے سیاسی شعور کو بیدار کرنے اور دشمنانِ اسلام کے خلاف اس بیداری سے مسلح ہونے اور مسلمین کو جہاد و مقاومت کا درس دینے کے لئے مہیّا ہونے کی تاکید کرتے ہیں۔ آپ سیاسی اہتمام کی تائید کے لئے حوزہ میں مختلف امور کی ترغیب دلاتے ہیں جیسے سیاسی کتاب خانوں کا قیام سیاسی تقریریں اور سیاسی موضوعات پر تالیف وتصانیف وغیرہ۔

غیر ایرانی طلباء کیلئے اہتمام

حوزہ علمیہ قم میں پہلے ہی سے غیر ایرانی طلباء علومِ دینیہ کے حصول کے لئے آئے تھے لیکن انقلاب کے بعد ایسے طلباء کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے کہ جن کو اپنے ممالک کے مدارس میں مناسب اسلامی تعلیم نہیں مل سکتی آیت اللہ منتظری نے ان طلباء کے لئے خاص طور پر اہتمام کیا اور ان کے لئے

ادارے قائم کرنے کے لیئے ایک خاص شوریٰ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جو اُن کے لیئے پروگرامز ترتیب دیتی ہے اور ان کی مشکلات میں دلجوئی کرتی ہے۔ وہ ایران سے باہر باقی ممالکِ اسلامیہ میں بھی حوزہ ہائے علمیہ بنانے میں تشوق کرتے ہیں۔ اِس اعتقاد کے ساتھ کہ علماء و مبلغین کو وسیع پیمانے پر تبلیغ کے لئے بھیجنا مسلمین اور اسلامی تحریکوں کی آگاہی کا باعث ہوگا۔ وہ چاہتے ہیں کہ صحیح اسلامی طریقے کے مطابق مساجد و مدارس میں تدریس ہو اور علماء کی نگرانی میں انجام پائے اور موجودہ رائج طریقہ پر اعتماد سوائے ضرورت کے وقت نہیں کرتے۔

طلباء کو بیرونِ ملک بھیجنے کے بجائے اساتذہ کو درون ملک بلانا

آپ حکومت پر زور دیتے ہیں کہ دوسرے ممالک سے ماہر اساتذہ کو ایرانی یونیورسٹیوں میں تدریس کے لئے بلایا جائے تاکہ اِس طرح غیر اسلامی ممالک میں طلباء روانہ کرنے سے مستثنیٰ ہو جائیں اور ان کے فاسد معاشرے آلودہ ماحول سے بچ سکیں اور آپ نے یہ بھی تجویز پیش کی ہے کہ جامعات کے لئے تمام ایجاد کے لئے مدرسین اور اساتذہ تیار کرنے کے لئے منصوبہ بندی کی جائے تاکہ مستقبل میں اساتذہ طلب کرنے کی ضرورت سے مستثنیٰ ہوسکیں۔

یونیورسٹیوں میں نمائندگان

مجلس شوریٰ اسلامی کی قرارداد پر آپ نے دانش گاہوں کے ثقافتی امور میں کئی علماء کو اپنا نمائندہ مقرر کیا ہے تاکہ آپ شریعتِ اسلامی اور اس کے اہداف کے مطابق دروس کی نظارت اور دانش گاہ کو حوزہ کے علم و روح سے غنی کر سکیں۔

جامعۃ امام الصادق

اعتقادی، سیاسی اور اقتصادی موضوعات اور دیگر اسلامی ثقافت کے لئے نفری مہیا کرنے کے لئے آپ نے جامعہ امام الصادق کی تشکیل میں کافی مدد کی۔

کلیتہ القدس

آپ نے مسلم فلسطینی جوانوں کے لئے معارفِ اسلامی پر مشتمل جامعۃ امام صادقؑ سے منسلک کلیتہ القدس کی تجویز پیش کی ہے۔

جہاد دانشگاہی اور طلباء تنظیمیں

آپ نے معلمین اور طلباء کی انقلابی تنظیموں اور خصوصاً موسسۃ جہاد دانش گاہی اور اندرونِ ملک یا بیرونِ ملک دیگر طلباء تنظیموں کو خاص اہمیت دی اور ان میں اپنے نمائندے متعین کئے۔

ثقافتی انقلاب

آپ نے امام کو تجویز پیش کی کہ انقلابی ثقافتی مجلس کی تقویت کی جائے جس کی بناء پر امام نے انقلابی ثقافتی مجلس اعلیٰ کی تشکیل کا حکم دیا جو ہر قسم کے ثقافتی امور پر نظارت کرتی ہے۔

نظامِ تعلیم و تربیت

اسلامی انقلابی مجلس شوریٰ کی قرارداد کے مطابق دو علماء اہل خبرہ میں سے نظامِ تعلیم و تربیت پر نگرانی کرتے ہیں انکا تعین بھی آپ کی ذمہ داری ہے۔

مسلح فوج اور جنگ

آپ نے ایک تجویز پیش کی کہ ولی امر کی قیادت میں ایک قومی

رضا کار مسلح فوج ہونی چاہیئے۔

سپاہ پاسدار انقلاب

امام نے آپ کو سپاہ کے داخلی امور میں نظارت سونپی لیکن آپ نے عمومی راہنمائی اور امام کی نمائندگی پر اکتفا کیا۔

جنگ کا رُخ موڑنا

آپ نے جنگ تحمیلی کو عراقی فوج اور عراقی نظام کی طرف موڑنے کی کوشش پر زور دیا۔ یہ اس لئے تھا کہ عراقی قوم انقلاب کے بارے میں بیدار ہو سکے۔ عراقی فوج کے اندر انقلابی گروہ تشکیل دینے پر زور دیا، اور قیدیوں کو محاذ پر عراقی مہاجرین کی طرف سے شرکت کرنے کے لئے اور مجلسِ اعلیٰ انقلابِ اسلامی عراق کی تقویت کے لئے آمادہ کرنے کی تاکید ہے۔ نیز آپ نے اس پر بھی زور دیا کہ اس مجلس کو وسعت دی جائے جو شیعہ و سنی، اعراب و اکراد پر مشتمل ہو اور اہنی اواخر میں جب آپ سے مجلس کے لئے نمائندہ مانگا گیا تو آپ نے اپنا نمائندہ منتخب کیا۔

داخلی و اداری امور

خطِ امام پر آپ کا اتکاء

آپ خطِ امام کو داخلی سیاست پر تطبیق کرنے میں بہت زیادہ

زور دیتے ہیں جو کہ وسعت نظری پر مبنی ہے اور جس میں کافی گروہوں وجہات کے لیئے گنجائش ہے تاکہ وہ خدمت میں اپنا کردار ادا کرسکیں اور اپنی رائے کا اظہار کرسکیں۔ درعین حال کسی گروہ کو یہ اجازت نہیں دی جاتی ہے کہ وہ کسی دوسرے گروہ کو میدان سے نکال باہر کرے اور اس کی جگہ خود لے لے۔

آزادیٔ صحافت

آپ صحافت کی آزادی پر اسلامی احکام کے اندر رہتے ہوئے کافی زور دیتے ہیں اور اکثر اوقات آپ حکومتوں کے صحافت پر تسلط جمانے پر تنقید کرتے ہیں۔ کیوں کہ تمام حکومتوں میں تمام روزنامے و مجلات رسماً حکومت یا اس کے تسلط میں ہوتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے گویا کہ یہ تمام نسخے ایک ہی پرچے کے ہیں۔ وہ صحافت پر زور دیتے ہیں کہ وہ عوام کی مشکلات اور اُن کے حَل کی طرف توجہ دیں تعمیری قسم کی تنقید کریں کسی کی شخصیت کو مجروح نہ کریں چونکہ یہ احکامِ اسلام و اخلاق کے منافی ہے۔

سرکاری ادارہ جات میں انقلاب

آپ اداروں میں انقلاب کی ضرورت پر بہت تاکید کرتے ہیں، آپ اداروں میں ان فالتو شعبوں کو ختم کرنے کے قائل ہیں جو کہ حکومتِ شاہی کے موروثی ہیں یا مغرب کی تقلید کرتے ہوئے تاسیس کیئے گئے ہیں۔ آپ ایسی اداری روش کی نفی کرتے ہیں جو لوگوں کے امور کی انجام دہی میں تاخیر کا باعث بنتی

ہو اور آپ بلا سبب متعدد وزارتوں اور ان میں زیادہ ملازمین کے بھی مخالف ہیں۔

مخلص عملہ پر آپ کی تاکید

پورے ملک سے مخلص انقلابی افراد سے استفادہ پر بہت زور دیتے ہیں نیز آپ ایسے عملے کو نظرانداز کرتے یا ذاتی اور گروہی اختلافات کی بناء پر انھیں میدانِ عمل سے خارج کرنے کے شدیداً مخالف ہیں۔ چونکہ یہ حکومت اور انقلاب کے لئے ایک بہت بڑا خسارہ ہوگا۔ اس طرح آپ دوسرے ممالک کے مسلمین سے خصوصاً علماء دین اور متخصص افراد سے استفادہ کی اہمیّت پر بھی تاکید کرتے ہیں۔

شعائر اور اخلاق

نمازِ جمعہ ہماری شیعہ آبادی کے علاقوں میں بہت کم قائم کی جاتی ہے۔ چونکہ ہمارے بعض فقہاء کا فتویٰ ہے کہ نماز جمعہ امام معصوم کے ہوتے ہوئے واجب ہوتی ہے اور بعض کا عقیدہ ہے کہ خود حاکمِ شرع اور فقیہہ عادل جو حاکم بالفعل ہو اس کے ساتھ مشروط ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وجوب عینی امام معصوم کے ساتھ مشروط ہے۔ لیکن اس کا جواز باقی تمام حالات میں اپنی جگہ محفوظ ہے۔ لہٰذا مسلمین نمازِ ظہر اور جمعہ میں اختیار رکھتے ہیں کہ جسے چاہیں وجوب کی نیت سے پڑھ لیں اور امام خمینی کے فتویٰ کے مطابق نمازِ جمعہ دور حاضر میں واجب عینی نہیں ہے۔ البتہ مستحب موکدٔ ہے اور اس کے قیام کی کوشش کرنی چاہیئے۔

آیت اللہ منتظری نے اس عظیم سنتِ اسلامی کو قائم کرنے کے لئے شہنشاہی اور دیگر معترض افراد کے ہاتھوں بہت رنج اٹھائے اور بالآخر رمضان ۱۳۹۱ھ میں پہلی نمازِ جمعہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ شاید اس اصرار کی وجہ اس کے عظیم فوائد کی بناء پر آپ کا وہ فتویٰ ہے جو آپ نے اپنے رسالۂ عملیہ کے ص ۲۶۰ پر رقم فرمایا ہے۔

"واجب نمازوں میں سے ایک نمازِ جمعہ بھی ہے۔ یہ نماز یومیہ میں سے ہے جو جمعہ کے دن نماز ظہر کے بدلے پڑھی جاتی ہے۔ قرآنِ کریم اور سنت شریفہ میں نماز جمعہ کی تاکید کی گئی ہے اور اگر تمام وسائل فراہم ہوں تو اس زمانے میں اس کا قائم کرنا بنابر احوط واجب ہے اور اگر برپا ہو تو تمام واجب شرائط افراد پر علی الاحوط شرکت بھی واجب ہے اور کسی عذر شرعی کے بغیر اسے ترک کرنا جائز نہیں ہے۔"

انقلاب کی کامیابی کے بعد امام خمینی نے پورے ایران میں نمازِ جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا۔ اور آیت اللہ منتظری سے چاہا کہ وہ مختلف شہروں اور صوبوں میں ائمہ جمعہ منصوب کریں لیکن آپ نے امام سے خواہش کی کہ وہ خود ہی شخصاً آئمہ جمعہ منصوب فرمائیں چونکہ یہ مقام مرجعیت و رہبری کے ساتھ خاص امور میں سے ہے۔

آیت اللہ طالقانی کی وفات کے بعد جو امام کی طرف سے تہران کے منصوب امام جمعہ تھے۔ امام کی خواہش پر آیت اللہ منتظری نے تہران میں چند ماہ نمازِ جمعہ قائم کی۔ چند ماہ تک آپ نماز پڑھاتے رہے اور اس کے بعد امام خمینی نے حجتہ الاسلام والمسلمین سیّد علی خامنہ ای کو تہران کا امام جمعہ مقرر فرمایا۔

قم میں آیت اللہ العظمیٰ شیخ اراکی دام ظلہ کی امامت میں نمازِ جمعہ انقلاب سے

پہلے ہی قائم تھی۔ جن کی امام خمینی کے ہاں ایک عظیم قدرو منزلت ہے۔ آپ نے جسمانی ضعف کی بناء اور کہولت سن کی وجہ سے امامت ترک کردی۔ اس پر امام نے آیت اللہ منتظری سے چاہا کہ قم میں نمازِ جمعہ پڑھائیں۔ آپ بھی امامت کے فرائض انجام دیتے رہے حتیٰ کہ امام نے آیت اللہ مشکینی کو قم کا امام جمعہ مقرر فرمایا۔

امام خمینی آیت اللہ منتظری کی تجویز پر ائمہ جمعہ تعین فرماتے ہیں۔ لیکن آپ نے امام خمینی سے چاہا کہ ائمہ جمعہ کے امور پر نگرانی کے لئے ایک ہیئت مدیریت قائم کی جائے۔ لہٰذا امام کی طرف سے مرکزی مکتب ائمہ جمعہ اور شوریٰ مدیریت بنانے کا حکم ملتے ہی یہ کام بھی انجام پا گیا۔

ہفتۂ حج

آپ نے مسلمین کی بیداری کے لئے ہفتۂ حج کا اعلان کیا۔ تاکہ حجاج کو سفر سے پہلے اس عبادی، سیاسی فریضہ کے تمام ابعاد سے کسی قدر آگاہ کردیا جائے۔ اور امورِ حج میں نمائندۂ امام نے اس تجویز کو نافذ کرنے کی ذمہ داری اپنے سر لی۔

منشیات کی روک تھام

آپ نے منشیات کی روک تھام پر شدیداً تاکید کی ہے نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ فقط اسمگلروں کو پکڑ کر انھیں پھانسی لگا دینا ہی کافی نہیں۔ بلکہ سرحدوں کی بھی مکمل حفاظت کی جائے۔ خصوصاً مشرقی سرحدوں کی جو پاکستان اور افغانستان سے ملتی ہیں جہاں سے غیر قانونی طور پر مواد ممنوعہ ملک میں لایا جاتا ہے۔ آپ نے اس پر بھی زور دیا کہ انقلابی

کیٹیاں اور سرحدی پولیس کو زیادہ سے زیادہ سرحدوں پر روانہ کیا جائے۔

درس نہج البلاغہ

ہفتہ میں ایک بار آیت اللہ منتظری کا درس نہج البلاغہ ریڈیو اور ٹی وی سے نشر ہوتا ہے۔ آپ امیر المومنین کے خطبوں کا ترجمہ اور علمی تشریح کرتے ہیں آپ ان خطبوں سے علمی مطالب اخذ کر کے انھیں موجودہ اجتماعی اور سیاسی حالات پر تطبیق کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان کے معنوی اور اخلاقی پہلو کی طرف بھی توجہ دلاتے ہیں۔ اب تک تقریباً تین سو کے لگ بھگ دروس ہو گئے ہیں جن میں سے کچھ حصے فارسی زبان میں چھپ چکے ہیں۔

ہفتہ ولایت اہلِ البیت علیہم السّلام

آپ نے اٹھارہ ذی الحج سے لیکر پچیس ذی الحج کے درمیانی عرصے کو ہفتہ ولایت اہلِ بیت منانے کی تاکید کی ہے۔ چونکہ اِن ایام میں اہلِ البیت سے مربوط کئی مناسبات ہیں جیسے عیدِ غدیر، نزول آیتِ مباہلہ، نزول سورہ ھل اتی اور نزول آیت ولایت انما ولیکم اللہ و رسولہ وغیرہ، اور یہ اس لئے تاکہ مسلمین کو آئمہ اہلِ بیت علیہم السلام کے فضائل و مقام سے آگاہ کیا جائے۔

فہرست

صفحہ نمبر

ھدیہ

حرفِ اوّل

گفتارِ مقدم

عرضِ مترجم

مقدمۂ مولف

فصلِ اوّل : آیت اللہ منتظری اور علمائے عظام کی آراء ۲۳

۱۔ حضرت آیت اللہ العظمیٰ آقائے بروجردی اعلی اللہ مقامہٗ کے نزدیک آیت اللہ منتظری کا مقام ۲۵

۲۔ حضرت آیت اللہ العظمیٰ امام خمینی مدظلہٗ عالی ۲۶

۳۔ شہید استاد آیت اللہ مرتضیٰ مطہریؒ ۲۸

۴۔ شہید آیت اللہ صدوقی امامِ جمعہ یزد ۲۸

۵۔ شہید آیت اللہ اشرفی اصفہانی امامِ جمعہ باختران ۳۱

۶۔ مرحوم آیت اللہ خادمی اصفہانی زعیم حوزۂ علمیہ اصفہان ۳۲

۷۔ مرحوم آیت اللہ قاضی امامِ جمعہ دیز فل ۳۲
۸۔ مرحوم آیت اللہ ربانی املشی قائم مقام رئیسِ مجلس خبرگان ۳۲
۹۔ آیت اللہ مشکینی رئیس مجلسِ خبرگان (فقہیہ معروف) ۳۳
۱۰۔ آیت اللہ فاضل لنکرانی حوزۂ علمیہ قم کے عظیم مدرّس اور بزرگ فقیہ ۳۴
۱۱۔ آیت اللہ ملکوتی امام جمعہ تبریز ۳۹
۱۲۔ آیت اللہ طاہری اصفہانی امام جمعہ اصفہان ۳۹
۱۳۔ آیت اللہ آزری قمی ۴۰
۱۴۔ آیت اللہ شیخ عباس ایزدی امام جمعہ نجف آباد ۴۲
۱۵۔ آیت اللہ موسوی اردبیلی چیف جسٹس عدالتِ عالیہ ۴۲
۱۶۔ آیت اللہ جوادی آملی فقیہہ و مفسّرِ قرآن ۴۳
۱۷۔ آیت اللہ شیخ ابوالحسن شیرازی امامِ جمعہ مشہد ۴۳
۱۸۔ آیت اللہ شیخ حسین راستی کاشانی ۴۴
۱۹۔ آیت اللہ شیخ یوسف صانعی ۴۵
۲۰۔ آیت اللہ خاتمی یزدی امامِ جمعہ یزد ۴۷
۲۱۔ آیت اللہ جنتی عضو شورائے نگہبان ۴۷
۲۲۔ آیت اللہ ابوالقاسم خزعلی ۴۸
۲۳۔ آیت اللہ شیخ محمدی گیلانی ۴۸
۲۴۔ حجتہ الاسلام والمسلمین سیّد علی خامنہ ای صدر جمہوریہ اسلامی ایران ۴۹
۲۵۔ حجتہ الاسلام والمسلمین علی اکبر ہاشمی رفسنجانی رئیس (اسپیکر) ۵۰
مجلس شوریٰ اسلامی جمہوریۂ ایران
۲۶۔ حجتہ الاسلام والمسلمین آقائے طبسی مدظلہ ۵۳

۲۷- آیت اللہ شیخ صادق خلخالی سابق سربراہ انقلابی عدالت ۵۳
۲۸- آیت اللہ محمد مومن قمی ۵۳
۲۹- حجتہ الاسلام والمسلمین سیّد محمد بجنوردی ۵۵
۳۰- آیت اللہ شیخ محمد امامی کاشانی ۵۵
۳۱- حجتہ الاسلام والمسلمین شیخ صادق احسان بخش امامِ جمعہ رشتِ گیلان ۵۶
۳۲- حجتہ الاسلام والمسلمین سیّد موسوی خوئینی ہا ۵۶
۳۳- حجتہ الاسلام والمسلمین شیخ محمد موحدی کرمانی ۵۷
۳۴- حجتہ الاسلام والمسلمین موسوی جزائری امامِ جمعہ اہواز ۵۷
۳۵- حجتہ الاسلام والمسلمین جمی امامِ جمعہ آبادان ۵۸
۳۶- حجتہ الاسلام والمسلمین سیّد قریشی مدظلہ ۵۸
۳۷- حجتہ الاسلام والمسلمین سیّد علی محمود دستغیب ۵۹
۳۸- حجتہ الاسلام والمسلمین مجتہدی امامِ جمعہ بہبہان ۵۹
۳۹- حجتہ الاسلام والمسلمین سید نور مفیدی امامِ جمعہ گرگان ۵۹
۴۰- حجتہ الاسلام والمسلمین شیخ فاضل ہرندی ۶۰
۴۱- حجتہ الاسلام والمسلمین آقائے مدنی بروجنی امامِ جمعہ بوشہر ۶۰
۴۲- حجتہ الاسلام والمسلمین شیخ کروبی قائم مقام رئیس مجلس شوریٰ اسلامی۔ ۶۱

فصلِ دوم : نہ تھکنے اور نہ جھکنے والا مجاہد ۶۳

۱- امام خمینی کی رائے آیت اللہ منتظری کے بارے میں ۶۵

۲۔ آپ کی زندگی کی پہلی جیل ۶۸

۳۔ دوسری جیل ۷۱

۴۔ پہلی جلاوطنی ۷۱

۵۔ تیسری جیل ۷۴

۶۔ دوسری جلاوطنی ۷۵

۷۔ نمازِ استسقاء ۷۸

۸۔ طاغوت کی طرف سے علماء کرام کے خلاف بنائے گئے بعض دیگر اسلوب ۸۲

۹۔ تیسری جلاوطنی ۸۴

۱۰۔ چوتھی جلاوطنی ۹۱

۱۱۔ پانچویں شہر بدری ۹۶

۱۲۔ چوتھی جیل ۹۸

۱۳۔ جس میں تقویٰ ہو خدا اُسے کامیاب کرتا ہے۔ ۱۰۰

فصلِ سوم : آیت اللہ منتظری کا فقہی اسلوب ۱۰۳

فقیہہ میں قدرتِ ذہنی

۲۔ خوش ذوق وخوش سلیقہ ہونا

۳۔ فقیہہ کا اپنے زمانے کے حالات سے آگاہ ہونا ۱۰۷

۴۔ فقیہہ میں استقلالِ نظر ۱۰۸

۵۔ معقول ومنقول کے درمیان متوازن جمع کرنا۔ ۱۰۹

۶۔ فقہی اسلوب میں متانت یا درس وبحث کا سلیس طریقہ ۱۰۹

1662

آیت اللہ العظمیٰ منتظری کی علمی شخصیت میں استقلال اور دائمی رشد کا عنصر ۱۱۰

فقیہہ میں استقلالِ نظر کی مثالیں ۱۱۴

آپ کی علمی زندگی میں استقلال ۱۱۸

آیت اللہ منتظری کا طرزِ بحث و تدریس۔ ۱۳۱

فصلِ چہارم : آیت اللہ منتظری کے ذاتی اوصاف ۱۳۵

الف : آیت اللہ منتظری کی شخصیت کے عمومی پہلو ۱۳۷

متانت شخصیت ۱۴۳

تواضع اور سادگی اور صراحتِ لہجہ ۱۴۴

کھانے پینے میں سادگی ۱۴۵

ب : آیت اللہ منتظری کے افکار اور انقلابی اقدامات ۱۴۸

وحدت و انقلاب کے میدان میں ۱۴۸

ہفتۂ وحدتِ اسلامی ۱۴۸

ائمہ جمعہ و جماعت کی عالمی کانفرنس ۱۴۹

یومِ مستضعفین ۱۴۹

عالمی اسلامی انقلاب ۱۴۹

عالمی یومِ قدس ۱۵۰

افغان مجاہدین کی صفوں میں اتحاد، لبنانی مجاہدین کی صفوں میں اتحاد ۱۵۰

علماء اہلِ تسنن اور سنی مدارس کے بارے میں آپ کے اقدامات ۱۵۱

ج : عدالت اجتماعی اور قضاوت ۱۵۲

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No 11,
M.L. Heights
Mirza Kaleej
Baig Road,
Soldier Bazar
Karachi.
MASOOMEEN WELFARE TRUST (R)

شوریٰ عالی قضائی کے نمائندوں کا انتخاب ۱۵۲

دفترِ پزیرش قضاوت کا قیام ۱۵۳

قاضیٔ تحکیم کا تقرر ۱۵۳

اعلیٰ انقلابی عدالتوں کا قیام ۱۵۳

قیدیوں کی دیکھ بھال ۱۵۴

عمرانیات اور کھیتی باڑی ۱۵۳

مسئلہ اراضی ۱۵۴

د: ثقافت و تعلیم ۱۵۵

شوریٰ مدیریت حوزۂ علمیہ قم ۱۵۵

حوزہ میں تخصص کا اہتمام ۱۵۶

مرتبۂ اجتہاد ۱۵۷

فقہ مقارن ۱۵۷

تبلیغی نشاط اور سیاسی فکر کی حوزہ علمیہ میں تقویت ۱۵۷

غیر ایرانی طلبہ کے لئے اہتمام ۱۵۸

طلبہ کو بیرون ملک بھیجنے کے بجائے اساتذہ کو درونِ ملک بلانا ۱۵۹

یونیورسٹیوں میں نمائندگان ۱۶۰

جامعۃ امام الصادق ۱۶۰

کلیۃ القدس ۱۶۰

جہاد دانش گاہی اور طلبہ تنظیمیں ۱۶۱

Date
D/50 Status 1662
D.D. Class
NAJAFI BOOK LIBRARY

ثقافتی انقلاب ۱۶۱
نظامِ تعلیم و تربیت ۱۶۱
ھ۔ مسلح فوج اور جنگ ۱۶۱
سپاہ پاسدارِ انقلاب ۱۶۲
جنگ کا رُخ موڑنا ۱۶۲
و: داخلی و اداری امور ۱۶۲
خطِ امام پر آپ کا اتکاء ۱۶۳
آزادیٔ صحافت ۱۶۳
سرکاری ادارہ جات میں انقلاب ۱۶۳
مخلص عمل پر آپ کی تاکید ۱۶۴
ز: شعائر اور اخلاق ۱۶۴
نمازِ جمعہ ۱۶۵
ہفتۂ حج ۱۶۶
منشیات کی روک تھام ۱۶۶
ہفتۂ ولایتِ اہل البیت علیہم السّلام ۱۶۷

ACC No. 1662 Date
D/50
D.D. Class
NAJAFI BOOK LIBRARY

NAJAFI BOOK LIBRARY
Managed by Masoomeen Welfare Trust (R)
Shop No. 11, M.L. Heights,
Mirza Kaleej Baig Road,
Soldier Bazar, Karachi-74400, Pakistan.

1662

NAVAL BOOK LIBRARY
O.D. Class ....
Section ....
AOD No. .... Status ....
Date ....

Digitized by Google

1662
D/50

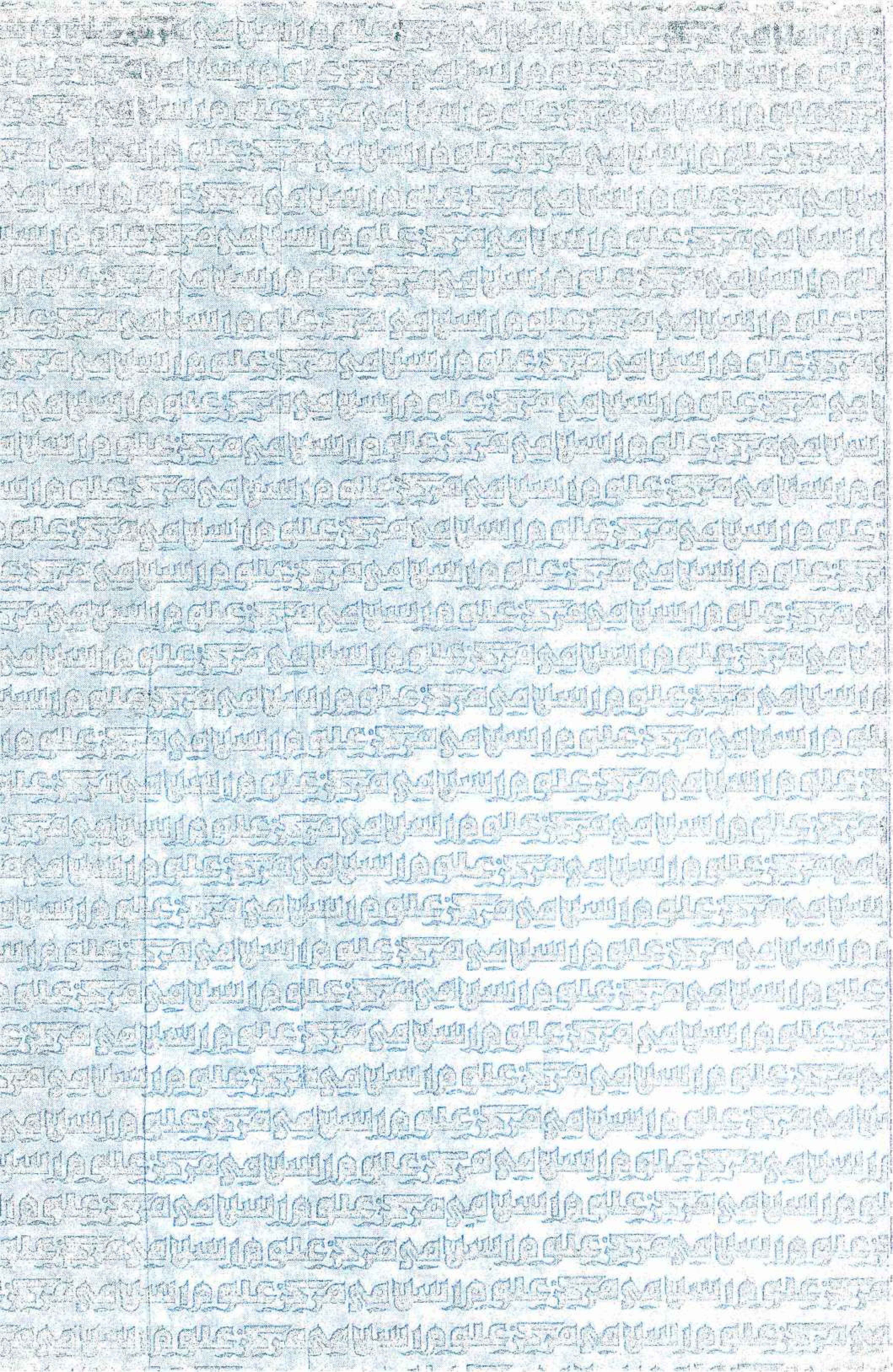

مرکزِ علومِ اسلامی۔ پاکستان
۲۳۶۔ دی ابریو روڈ۔ گارڈن ایسٹ۔ کراچی